رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

हे पर विद्या कां दीप ० हे सत्य प्रिय ० हे सर्वेश्वर ०
हे सर्वान्तर्यामिन् ० हे सर्वदा धर्म प्रवर्तक ० हे अस्माक …

الہامی کلمہ

مُیں مسلمان ہو گیا

یا

اختیار الاسلام

حصّہ اوّل

مصنّفہ ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب نومسلم مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام
قادیان۔ ضلع گورداسپور پنجاب

در مطبع انوار الاسلام قادیان مطبوع گردید

مورخہ رمضان ۱۳۳۳ھ

تعداد ۸۰۰

قیمت ۴ر

التماس قابل توجہ

اللہ پاک کا شکر ہے کہ اس پاک پروردگار کے محض فضل و کرم سے اس کارِ خیر سے یہ عاجز کسی قدر فراغت پا چکا ہے۔ لیکن اس امر کے بیان کرنے سے میں نہیں رہ سکتا کہ آجکل گو مذہب کی تیز ہوا کے چلنے کے باعث ہر ایک خس و خاشاک بھی اُڑ کر سر اور مونہہ پر پڑتا ہے۔ مگر آخر حق غالب ہوگا اور ضرور ہوگا خوش قسمت وہ لوگ جنہیں اعلاءِ حکمۃ اللہ میں نصرت کا موقع ملا۔ اور مبارک وہ بلند منزلت دانشمند عالی ہمت سرپرست احباب جنکی حوصلہ افزائی اور قدردانی سے دینِ حق کی امداد ہو۔

مخفی نہ رہے کہ اس عاجز نے رسالہ ہذا میں دینِ اسلام کے قبول کرنیکے مختصراً وجوہات ہدیہ ناظرین کئے ہیں۔ ہمارا ارادہ نہ تھا کہ غیر مذاہب پر قلم اُٹھاتے۔ لیکن جب دیکھا کہ بعض مخالفین نے بہتانات دریدہ دہانی اور خلاف واقعہ امور کی اشاعت نہائت بے باکی سے کی۔ کہ کلیجہ مُنہ کو آتا ہے اور دل پاش پاش ہوتا ہے۔ تو لامحالا بخوف معصیت کسیقدر دفاعی طور سے اُن بیجا افتراپردازیوں کا نوٹس لینا پڑا۔ کیونکہ جس صورت میں مخالف پہلو سے ماہ بماہ بیسیوں ٹریکٹ اور ماہواری رسالجات کی بوچھاڑ پڑ رہی ہے اور ہماری ناجائز سکوت میں مخالفین کی طرف سے جہلاء اور عوام پر ناحق حُجت قائم ہوتی جاتی ہے۔ اور ہم باوجود صادق ہونیکے کاذب قرار دیئے جاتے ہیں تو میں نے مناسب سمجھا کہ اسلام کی خوبیوں کو پیش کریں۔ اور منہیات مکروہات سے بیزاری کا اظہار کریں۔ اور بطور نمونہ مشتے از خروارے مفصلہ ذیل بیجا حملوں کی تردید میں صرف لا نسلم کہیں جنکی اصلیت قرآن اور اسلام میں نہیں اور جنہیں نہائت تحکم اور سینہ زوری سے اسلام اور قرآن سے منسوب کیا جاتا ہے۔ نقل کفر کفر نباشد۔ نعوذ باللہ

قرآن کہتا ہے کہ "اولوں کا پہاڑ آسمان پر ہے۔ (سورہ مؤمنون)" مندرج رسالہ آریہ مسافر بابت فروری یہ بالکل غلط اور نادرست ہے۔ اور حوالہ غلط ہے

اسلامی فلاسفی یہ ہے کہ "آدم کے آنسوؤں سے ہلیلہ بلیلہ گل و ریحان اُگا اور ہاتھی کے سر سے سوئر اور شیر کے ناک سے بلّی پیدا ہو پڑی (دیکھو تاریخ طبری)" جواب۔ یہ اسلام اور قرآن نہیں سکھلاتا۔ لہذا اعتراض فضول۔

اسلامی فلاسفی یہ ہے کہ "حضرت موسیٰؑ کے کپڑے پتھر لیکر بھاگا اور کہا کہ ای پتھر کپڑے دیجا۔ آریہ مسافر بابت

دوسرا تیسرا حصہ کتاب کا طیار۔ دیکھو صفحہ آخری

اختیار الاسلام

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایک زمانہ وہ تھا کہ یہ عاجز اپنے حقیقی مالک و رازق سے بکلی ناآشنا اور دور پڑا ہوا تھا اور اپنے دیگر رشتہ داروں (سکھوں) کی طرح ورطۂ ضلالت میں حیران اور سرگردان تھا اور نہ جانتا تھا کہ میں اس دنیا میں کیوں پیدا ہوں۔ اور مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔ لیکن آج وہ وقت ہے کہ میں محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہزاروں ظلمتوں کو چیر پھاڑ کر ہدایت اور نور کے چشمہ پر آپہنچا ہوں اور نعمت خداداد سے حظ وافر اور لذت بے اندازہ اُٹھاتا ہوں جسکے مقابلہ میں دنیا و مافیہا کی نعمتیں ہیچ ہیں پس جب میں نے اپنی قوم کو شراب خوری اور جہالت میں سرگردان پایا اور خدا کی معرفت سے بے نصیب دیکھا تو میرے دل میں ایک تلاش حق کا جوش پیدا ہوا جسکے ذریعہ سے میں اُس خزانہ کو پہنچ گیا جس سے اب میں مالامال ہو رہا ہوں اور نہیں چاہتا کہ اپنے بھائی بندوں اور دیگر رشتہ داروں کو اس کی خبر تک نہ دوں۔ پس میں نے ضروری سمجھا کہ قوم کو پیغام پہنچا دوں لیکن چونکہ میرا یہ ارادہ محض نیک نیتی اور حب الوطنی اور ہمدردی بنی نوع انسان مبنی ہے اسلئے میں اُمید کرتا ہوں کہ قوم متوجہ ہو کر میری التماس پر غور کرے گی اور ہر ایک ذی عقل متنفس اس تحریر سے متمتع ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ۔ کیونکہ ہر ایک دانشمند کو معلوم ہے

نوٹ ہر خاص و عام پر واضح ہو کہ میں ابتدا میں سکھوں کے گھر میں پیدا ہوا تھا اور کچھ عرصہ تک ان کے ہی مذہب پر عامل رہا۔ اگر سچ پوچھو تو کوئی بھی مذہب نہیں تھا کیونکہ ان لوگوں کی وحشیانہ زندگی اور آزادانہ طور سے حلال و حرام میں بے تمیزی کا سمندر بہ رہا ہے کسیکو کوئی ممانعت نہیں۔ گرنتھ یہ نہیں کہتا کہ فلاں چیز

کہ پنجاب میں خصوصًا اور دیگر بلاد میں عمومًا کسقدر زور و شور سے سلسلۂ اموات شروع ہے اور طاعون بجلی کیطرح مختلف مقامات پر لوگونکو نیست و نابود کر رہی ہے ایسی صورت میں میں خیال نہیں کرسکتا کہ کوئی محض افترا پردازی اور دھوکے بازی اور دیگر ناجائز طرق سے خلق خدا کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے۔ اور جب چھوٹے چھوٹے گاؤں میں بیسیوں مردے ہر روز نکلتے ہیں۔ اور ہزاروں یتیم بچے ہمیشہ کے لئے بیکسی اور کس مپرسی حالت میں چھوڑے جاتے ہیں تو کیا کوئی گمان کرسکتا ہے کہ کوئی بھلا مانس اور سمجھدار اس غدار دنیا اور چند روزہ زندگانی پر بھروسہ اور اعتبار کر کے لوگونکو روحانی اور جسمانی نقصان پہنچاوے۔ سو بھائیو! یقینًا سمجھو کہ جو کچھہ میں لکھوں گا بفضلہ و بتوفیقہ دنیا کو ناپائدار سمجھکر اور لوگوں کی دردناک حالت کو محسوس کر کے اور اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھکر شہادت حقہ کے بوجھ سے سبکدوش ہونے کے لئے لکھوں گا۔ خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔ میری حالت تو یہ ہے کہ میں ایسے شخص کو خبیث اور ناپاک دل سمجھتا ہوں جو ایکطرف تو جھوٹھ اور فریب سے لوگوں کی روحانیت اور طریق مذہب پر حملہ کرتا ہے؟ اور ساتھ ہی ایسے شخص کو بھی اُس سے کمتر نہیں سمجھتا جسکو حق تو پہونچگیا ہے اور صدہا نشان اور بیشمار پیشگوئیاں پوری ہوتی دیکھ لیں مگر کسی کمینگی اور شخصی لحاظ یا خوف یا سوسائٹی اور رشتہ داروں کے بیجا رعب اور بیہودہ ڈر سے حق کے قبول کرنے میں لیت و لعل کرتا ہے۔ ایسے لوگ درحقیقت دہریہ ہوتے ہیں انھوں نے یقین کرلیا ہے کہ اس دنیا کے سکول کا کوئی آقا اور ماسٹر نہیں جو ان سے بازپرس کرے۔ لیکن اب خداوند کریم زبردست اور قہری نشان دنیا کو جتلانا چاہتا ہے کہ درحقیقت اس دنیا کا کاروبار یعنی زمین و آسمان سورج چاند اور ستاروں کا نظام ایک پاک ذات رب العلمین کے ارادہ خاص سے ہورہا ہے۔ وہ

مرحوم و مغفور ... طاعون سے فوت ہوئے -

بقیہ نوٹ صفحہ اول

حلال ہے یا فلاں شے حرام ہے یا ماہن سے نکاح جائز ہے یا ناجائز! صرف دوسروں کی طرف دیکھکر بعض باتوں کو حلال اور بعض کو حرام تجویز کرلیا جاتا ہے۔ مگر بعد ازاں میں آریوں کے اصول کا پابند ہوگیا اور تناسخ یعنی اواگون کے مسئلہ کا قائل۔ آخر اس اواگون کے چکر سے خاص فضل الٰہی نے میری دستگیری کر کے چھڑایا۔ اور مناسب سمجھا کہ سکھوں اور آریوں کی خدمت میں بھی اس راستی اور تبلیغ حق کو پہونچایا جائے شاید کوئی رشید و سعید حق اور حقیقت کو پالیوے۔ منہ

دل کے اندھے اور عقل سے بے بہرہ اور بے نصیب ہیں۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے کارخانے مثلاً ریل تار برقی۔ کالج اور دیگر طرح طرح کی مشینیں اپنے اپنے منتظموں محافظوں اور منیجروں کے ارادوں اور طاقتوں اور قواعد کی پابندی سے چل رہے ہیں۔ لیکن یہ دنیا کا کارخانہ یوں ہی بغیر کسی کی زیر نگرانی کے چل رہا ہے۔ یہ اُنکی کوتاہ اندیشی اور کم فہمی ہے کہ وہ ایک چھوٹے سے چراغ کو جسکی روشنی چند منٹ سے زیادہ نہیں جاتی اُسکو کسی شخص واحد کی صنعت اور ملکیت سمجھتے ہیں اور بغیر کسی کے جلانے کے نہیں جل سکتا۔ سورج جیسا چراغ جس کی روشنی کروڑوں میل تک جاتی ہے اُسکی نسبت یہ خیال ہے کہ یہ چراغ (سورج) خود بخود روشن ہے اور کسی کے قبضہ تصرف یا ملکیت میں نہیں اور کوئی اس کا روشن کرنیوالا نہیں۔ پس خوب یاد رکھو کہ جسحالت میں چھوٹا سا کارخانہ بغیر منتظم کے نہیں چل سکتا اور چھوٹا سا چراغ بغیر کسی کے جلانے کے نہیں جل سکتا تو پھر کیا وجہ ہے کہ دنیا کا یہ لمبا چوڑا کارخانہ یا مدرسہ بغیر کسی محافظ یا مالک کے یوں ہی چل رہا ہے؟ یقیناً سمجھو کہ اس جہان کا مالک اور متکفل ضرور ہے یہ مدرسہ جس میں ہم لوگ ایک وقت مقررہ تک تعلیم پانے یا آیندہ زندگی کے لئے زادراہ حاصل کرنے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ اور اس جہان میں اعمال کی تخم ریزی کرتے ہیں لیکن موت کے بعد ہمارا ضرور امتحان ہوگا اور اپنے اعمال کا حساب کتاب ہوگا۔ ممکن نہیں کہ ایک ادنی کالج یا مدرسہ کا معائنہ اور امتحان ہو پھر اس عظیم الشان مدرسہ (دنیا) کا امتحان نہ ہو۔ اور دنیوی امور کے امتحان کے بعد گوناں گوں نتائج پیدا ہوں پر اس سنسار کے اقوال افعال حسب مراتب کوئی بہتر یا خراب نتیجہ اور پھل نہ لاویں۔

ایک اور امر قابل غور یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں مرکوز ہے کہ جب کوئی اسپر ادنیٰ احسان کرتا ہے تو وہ ضرور اپنے محسن اور مربی کا شکریہ ادا کرتا ہے اور ادب اور محبت اور نیاز مندی سے پیش آتا ہے مثلاً زید اگر عمرو کو یکصد اشرفی مفت عطا کرے تو عمرو ضرور عمر بھر زید کا ممنون احسان رہے گا پس وہ رب العالمین جس نے ہمیں آنکھ ناک کان ہاتھ پاؤں اور قویٰ اور اعضا بخشے ہیں اُس کا ہمیں کس قدر شکر گذار اور فرمانبردار ہونا چاہیے۔ اُسکی نعمت مثلاً آنکھ کو جو کسی حادثہ سے ضائع ہو گئی ہو۔ دنیا و ما فیہا کی تمام دولتوں اور وجاہتوں کو

خرچ کرکے بھی واپس مول لینا چاہیں تو بھی وہ نعمت واپس نہیں ہوسکتی۔ پھر جس صورت میں ایک ضائع شدہ انگروڑوں یا بیشمار روپیوں سے بڑھکر قیمت رکھتی ہے تو پھر اور اعضا اور قویٰ جن کا شمار نہیں کسقدر بے بہا اور قیمتی خداداد نعمتیں ہیں۔ پس جو سلیم الفطرۃ انسان ایک ادنیٰ احسان سے اپنے محسن کا گرویدہ اور عمر بھر ممنون اور مطیع رہتا ہے پھر اسے اوس ربّ العالمین کا کسقدر ممنون اور احسانمند ہونا چاہیے جس نے ہزارہا بلکہ بیشمار انعام واکرام سے ہمیں بہرہ ور کیا ہے۔ اعلیٰ قومیت۔ طاقت۔ وقت۔ صحت۔ فرصت۔ علو ہمتی حُسن نیک اولاد یا نیک والدین... وغیرہ وغیرہ انسان کو اپنے خالق مالک سے عطا ہوئے ہیں۔ وہ انسان بڑا ہی بدبخت اور شقی ہے جو انسانی آقا سے ادنیٰ چیز لیکر اسے اپنا محسن اور مطاع بنا لیتا ہے اور اسکے رنج کرنے سے کوسوں بھاگتا ہے لیکن اُس زبردست قادر مطلق خدا سے اتنا رشتہ اور تعلق پیدا نہیں کرتا جس نے اُسے اسقدر فیوض اور انعامات سے مالامال کیا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں اور اُسکی ناراضگی اور عدول حکمی سے اسقدر ترساں اور لرزاں نہیں ہوتا جس قدر ایک ادنیٰ چیز اسی کی موجودگی سے کئی ایک امور سے احتراز کرتا ہے۔ اور بدن پر لرزہ پڑتا ہے ؛

وہ ذات جس نے اتنے قوےٰ اور محاسن سے تمھیں برومند کیا ہے۔ کیا وہ تمسے اسبات کی بازپرس نہیں کرے گا کہ تمنے فلاں فلاں ہتھیار اور طاقتیں کہاں اور کسکی اطاعت اور فرمانبرداری میں خرچ کیں۔ ایک ادنیٰ ملازم یا شاگرد اپنے فرائض منصبی کو ادا کئے بغیر اپنے آقا کے سامنے کسی طرح عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ پھر یہ اُمید مت رکھو کہ تم لوگ اس دنیا میں صرف چارپایونکی طرح کھانے پینے سے اور اپنی پیدائش کی علّت غائی کو سرانجام پہنچانے کے بغیر اس جہان کے آقا یعنی باری تعالےٰ کے حضور میں کسی طرح کی رستگاری حاصل کرسکوگے

اسجگہ بعض صاحبان یہ سوال کرینگے۔ کہ کیا ہم پرمیشر اور اُسکی جزا سزا کے منکر ہیں اور اُسکے فرمودہ کے بموجب عملدرآمد نہیں کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عملی طور سے قریبًا ہر ایک فرقہ کے لوگ الاماشاء اللہ پرمیشر پر ایمان نہیں رکھتے کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ

کسی حاکم اور افسر کی حاضری میں کسی طرح کی خیانت اور بے ایمانی نہیں کرتے لیکن اسکی غیبوبت اور خدا تعالی کے حضور میں ہر طرح کی شوخی اور بد دیانتی سے فرق نہیں کرتے۔ یہی ایمان ہے یعنی خدا کا خوف دل سے اور ہاتھوں کے عملوں سے ایسا ظاہر کیا جاوے کہ انسان کو وہ قادر کرتار دیکھتا ہے اور انسان اسکی نافرمانی سے ایسا ڈرے جیسے کہ ایک زہریلے سانپ کے ڈسنے سے بھاگتا ہے۔ اگر درحقیقت انسان ایسے زبردست آقا کو حاضر ناظر سمجھتا ہے جو اس زمین اور سورج چاند کا بنانے والا ہے اور تمام نظام شمسی اسکے اشارہ پر کاٹھ کی پتلی کیطرح کام کر رہا ہے۔ ممکن نہیں کہ یہ ذرہ بمقدار اسکی نافرمانی یا کسی طرح کے ظلم اور ناجائز تصرف کی راہوں پر قدم رکھے۔ کیونکہ ایسا کون احمق ہے جو دیدہ و دانستہ اپنے تئیں ہلاکت گاہ میں ڈالتا ہے پس ایسے ایمان کو حاصل کرنے کے لئیے انسان جہانتک اس کا قابو چلتا ہے مجاہدہ اور نفس کشی کرے۔ اگر دنیا و مافیہا بھی قربان کر کے ایسا ایمان حاصل ہو تب وہ خسارہ میں نہیں بلکہ عین نفع ہے۔ مگر حقیقی طور سے خدا کی ہستی کا یقین اور ایمان حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ انسان اسکے حصول کے لیے ہر یک عزیز و خویش اور والدین کو بھی قربان کرنے کے لیے طیار نہ ہو جاوے اور بشرطیکہ وہ اس امر کے مزاحم اور روک ٹھہر جاویں۔ اگر سچے دل سے انسان اس امر کی کوشش کرتا ہے اور ہر ایک خویش و اقربا اور دنیوی رشتہ داروں پر پرماتما کو ترجیح دیتا ہے اور اسکے حکم کے مقابلہ میں اپنے نفس اور والدین اور دوستوں کے لحاظ اور فرمایشوں کو نظر انداز کرتا ہے تو وہ پاک ذات ضرور اپنا چہرہ اسے دکھاتی ہے اور اپنے کلام اور الہام سے مشرف کرتی ہے۔ اور جب یہ خدا تعالی کے منہ کی باتیں سن لیتا ہے اور بار بار مکالمہ الٰہیہ ہوتا ہے اور جو کچھ مولیٰ کریم اسے کہتا ہے وہ ویسا ہی اعجازی صورت میں پورا ہو جاتا ہے اور انسان کا سینہ نور اور یقین اور معرفت سے بھر جاتا ہے پھر جو سرور کی حالت انسان پر طاری ہوتی ہے وہ وہی جانتا ہے جسے اس شیریں اور لذیذ پھل کے کھانے کا موقع حاصل ہے۔ لیکن جب انسان سالہا سال کی دراز مدت تک اسکے آستانہ پر گڑگڑاتا ہے اور آخر کار اکتا جاتا ہے اور پتھر کے بت کیطرح اوپر سے کوئی صدا یا جواب نہیں آتا تو یقین کر لینا چاہیے کہ جس طریقہ اور جس دروازہ سے وہ آئے

پکارتا ہے وہ طریقہ ٹھیک نہیں اور نہ اسطرح اُسنے پسند کیا کہ اُسے پکارا جائے یا تعریف کیا جائے
اسکی وجہ یہ ہے کہ اُسکی ذات بخل اور عیب سے پاک ہے۔ وہ ہرگز گوارا نہیں کرتا کہ اپنے پیارے سے
پیار کی بات نہ کرے۔ اگر کوئی وفادار ملازم کسی کارخانہ میں سالہا سال کام کرتا جاتا ہے لیکن
اُسکے آقا کی کوئی خیر خبر اور اُسکی زندگی کا کوئی نشان اور علامت اسکے ذہن یا مشاہدہ میں
نہیں آتی تو پھر آخر کار وہ اُسکو مردہ سمجھکر یا بے حقیقت جانکر ہر ایک طرح کی بددیانتی او
بدنیتی اور نقصان وہ اعمال کیطرف عود کر آتا ہے اور کوئی اُمید و بیم دلانے والی ہستی نہیں
جو اُسے شرارتوں سے روکے اور اعمال صالحہ کیطرف ترغیب و ترہیب دے یہی حال اُن
قوموں اور لوگوں کا ہے جو الہامات اور مکاشفات کے منکر ہو گئے ہیں اور الہام اور مکاشفات
کے قبول کرنے والی طاقتوں اور قویٰ سے کام نہ لیکر انھیں بالکل معطل اور بیکار محض کردیا ہے
جس کا نتیجہ بوجہ نہ پتہ لگنے ہستی باری تعالیٰ کے یہ ہوا کہ وہ دربردہ یا عملی صورت میں آشکارا
طور سے اسکے اوامر اور نواہی کی رعایت اور پروا نہیں کرتے اور طبعاً اور قدرتاً احکام الٰہی
کی عزت اور توقیر اُن کے دلوں سے اُتر جاتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ پشت بہ پشت رسمی
طور سے اللہ تعالیٰ کا زبان سے اقرار کرتے ہیں ورنہ ان کے دلوں میں ایک چپراسی جتنی بھی
اسکی شوکت وعظمت اور قدرت کا خیال نہیں ہوتا۔ پھر وہ دل کھولکر یا معرفت الٰہی سے محروم ہوکر
باوجود انسان ہونے کے چارپایوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگ جاتے ہیں۔ مگر اسلام جسکو
خاکسار نے اختیار کیا ہے اُسکا پابند عنایت ایزدی سے ہمیشہ الہام اور مکاشفات سے بہرہ ور
ہوتا ہے اور گویا اُسکو اپنی آنکھوں سے بذریعہ قبولیت دعاء اور الہام وغیرہ اُسکو دیکھتا
ہے اور اُسکو خواہ نہ خواہ ماننا پڑتا ہے کہ اللہ کریم قادر مطلق سمیع بصیر اور حی وقیوم
ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گناہ اور معاصی اس سے دور اور کافور ہو جاتے ہیں بلکہ وہ
باری تعالیٰ کی قدرت نمائی کے سامنے گناہ کا ارتکاب کرنا محالات سے سمجھتا ہے +

جسطرح ہمنے اوپر بیان کیا ہے کہ جب کسی کارخانہ کا مالک حی وقیوم اور زندہ موجود
ہوتا ہے تو اُسکی زندگی تک وفادار نوکر دیانت و امانت کے کام کرتا رہتا ہے لیکن جب
اُسکے آقا کی خبر نہیں ملتی اور اُسکی زندگی اور ہستی پر شبہ پڑ جاتا ہے تو اُسکی دیانت و امانت

اور فرائض منصبی کے سر انجام دینے میں نمایاں کوتاہی اور نقص واقع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح الہام سے منکر قومیں ہر صدی اور ہر زمانہ میں اپنے اعمال اور افعال کو بوجہ نہ معلوم ہونے مالک حقیقی کے بدلتی رہتی ہیں اور اُن کے عقائد افعال اور رسومات وہ نہیں رہتے جو ان کے بزرگوں کے تھے۔ سو یہ بات قدرتی ہے کہ جب بھیڑوں کے ریوڑ اور حیوانوں کی فوج کا کوئی محافظ افسر یا نگران حال نہیں ہوتا تو اُسکے افراد منتشر ہو کر جادۂ راستی سے تتر بتر ہو کر بھٹک جاتے ہیں اور گوناگوں تکالیف اور قسما قسم کے مصائب اپنے اوپر وارد کر لیتے ہیں اور اُن فوائد آرام اور منافع خوشی اور صحت کے اسباب سے محروم ہو جاتے ہیں جو دوسری حالت میں میسر نہیں ہو سکتے ہیں۔ پس اسیطرح شتر بے مہار قوموں اور اُن کے افراد کا حال ہے جو اپنے بزرگوں یعنی رشیوں منیوں کے اصول اور طریق مذہب کو ترک کر دیتے ہیں۔ پھر اپنے طبعزاد اصول مذہب کو تراشکر زندگی بسر کرنے لگتے ہیں پر انسان آخر غلطی کھا جاتا ہے اور ناقابل برداشت ریاضتیں اور مشقتیں اپنے اوپر وارد کرتا ہے۔ لیکن چونکہ صحیح اصول اور سچے اعتقاد جنپر انسان کی روحانیت اور تعلق بابرکہ و فیوض الٰہیہ اور برکات ربّانیہ منحصر و موقوف ہوتے ہیں انھیں انسان اپنے دماغی طاقتوں اور خود تراشیدہ خیالات سے تجویز نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ان دنوں میں بھی وہ مانع پیش اُفتادہ ہیں کہ آج عیسائی اور آریہ اور دیگر فرق مخالف وہ نہیں ہیں جو ان کے مذاہب کے بانی مبانی تھے۔ نہ اُن بزرگوں کے اصول معتقدات اور اعمال ان لوگوں میں موجود ہیں اور نا ہی اُن رشیوں منیوں اور حواریوں کی سی برکات اور فیوض الٰہیہ ان منتشر شدہ یا بھولے بھٹکے ہوئے لوگوں کے شامل حال ہیں اور اب مصیبت اور وقت یہ ہے کہ بوجہ گم کرنے جادۂ راستی و صراط مستقیم کے مغضوب علیہم اور ضالین ہو کر الہام الٰہی قدرتاً بند ہو گیا تسپر یہ لوگ اسطرح سے حقیقی مالک کو بیجان او مردہ جانکر الہام سے منکر ہو گئے ہیں +

پس جب باریتعالے کو محض بیجان اور نرگن اور بے حقیقت جانتے ہیں تو پھر اعمال خیر میں لازماً کوتاہی واقع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اُن کا دل کہتا ہے کہ وہ (خدا) کبھی بولتا بھی نہیں

اور نہ کبھی وہاں سے کوئی جزا سزا صادر ہوئی ہے پھر خواہ نہ خواہ اُسکی رضا کے لیے بعض امور کا کرنا اور نہ کرنا فضول ہے چنانچہ آریوں کا بھی یہی حال ہے۔ اگر آپ پوچھو کیا پنجاب میں کوئی ایسے بیس ۲۰ آریہ بھی ہیں جنکا وید پر عملدرآمد ہے؟ تو جواب میں افسوس سے یہ کہنا پڑے گا کہ بیس چھوڑ ایک متنفس آریہ بھی نہیں جو یہ دعوے کر سکے کہ میں وید کا تبع ہوں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اول تو وید کا مستند اور کامل ترجمہ بھی نہیں ہوا اور نہ اُسکے اوامر اور نواہی سے اطلاع ہو سکتی ہے پھر اُسپر عملدرآمد کا ہونا محال ہے۔ چونکہ دیانند جی وید کے آخری حصہ کا مطلب نہیں سمجھا یا پھر ممکن ہے کہ وید کچھہ کہہ رہا ہو اور آریہ مہاشے کچھہ اور کر رہے ہوں۔ قصہ کوتاہ وید کی اُن نامعلوم احکام کو تو جانے دو۔ جو ستیارتھ پرکاش میں بھی لکھا ہے اُسپر بھی عمل نہیں کرتے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ مردہ کے جلانے کے لیے چھہتر ۷۶ روپے کا روغن زرد درکار ہے اور چھتیس ۳۶ روپے کی کستوری بھی ازبس ضروری ہے علاوہ ازیں آدھ من صندل کی لکڑی اور اگر تگر۔۔۔۔ وغیرہ کل اسباب کو جمع و فراہم کرنے کے لیے قریباً دوسَو ۲۰۰ روپے کی لاگت آتی ہے لہ جس سے کسی ایک آریہ کا مردہ جلانا چاہیے۔ مگر یہ عالمگیر اصول ہمارے دیس میں واجب العمل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ خاص قادیان میں آریوں نے بموجب حکم ستیارتھ پرکاش ایسا نہیں کیا اور نہیں کر سکتے۔ اگر ایسا کیا جاوے تو چند سال تک آریوں کو اپنے گھر بار کی قرقی کا فکر پڑ جاوے۔ قطب شمالی میں تو ایسا ہونا ہی محال ہے کیونکہ وہاں کستوری کے لیے ہرنوں کا شکار بھی نہیں ہو سکتا اور ہرن وہاں نہیں پائے جاتے۔ علاوہ ازیں اور بہت سے مسائل ایسے ہیں جنپر آریہ لوگ عملدرآمد نہیں کرتے۔ چنانچہ ہمارے قادیان اور لاہور میں کئی معزز آریوں کے گھروں میں نیوگ کی سخت ضرورت درپیش ہے لیکن کبھی نہیں سنا کہ انھوں نے حسب فرمودہ وید عام طور سے مشتہر کر کے اپنی پیاری بیویوں کو اولاد لینے کی خاطر کسی غیر دوست و آشنا سے ہمآغوش کرایا ہو۔ اگر انھوں نے ایسا نہیں کیا تب بھی وہ گنہگار اور پاپی ہیں کیونکہ بوجہ نہ اولاد ہونیکے اُنکی نجات معرض خطر میں ہے اگر درپردہ پرائیوٹ طور سے اندر خانہ ایسا ہوا ہے تب

لہ دیکھو ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ صفحہ ۶۲۸ –

لہ اسیطرح ویدک دہرم کا یہ نسخہ کہ کامل اور نیک آریہ چار سَو سال کا ہو کر مرتا ہے بالکل لغو اور گپ محض ناقابل عمل ہے ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۲

بھی وہ دشٹ پاپی اور گنہگار ہیں کیونکہ حسب فرمودہ پنڈت دیانندجی پوشیدہ طور سے نیوگ کرانا زناکاری سے کم نہیں۔ پس عملدرآمد سے یہ لاپرواہی اور خدائی مواعید سے اس قدر لاابالی اور بےخوفی صرف اس لیے پیدا ہوئی ہے کہ دل میں وہ پرمیشر کو بیجان پتھر یا بےحقیقت مٹی کوڑے کیطرح گمان کرتے ہیں۔ ورنہ وہ خدا سے ڈر کر ضرور اسکی فرمودہ کی تعمیل میں کوشش کرتے۔ اسیطرح اور فرقوں کا حال ہے۔ مثلاً سکھوں کا یہ حال ہے کہ باوجودیکہ انھیں معلوم ہے کہ جناب باوانانک صاحب کا چولا مبارک جسے یہ لوگ متھا ٹیکتے ہیں اور نہایت ادب اور تعظیم سے پیش آتے ہیں لیکن جو کچھ چولا صاحب پر حضرت باوا صاحب قدس سرہ اپنی وصیت لکھ گئے اُسپر عملدرآمد کرنے سے روگردانی کرتے ہیں۔ حالانکہ چولا صاحب جو ڈیرہ بابا نانک کی سمادھ میں موجود ہے اسمیں صاف صاف لکھا ہے کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام یعنی سچا دھرم جو خدا کو پیارا اور منظور ہے وہ صرف اسلام ہے۔ اور علاوہ ازیں نماز اور پنج ارکان اسلام اور آیات قرآنی سے چولا صاحب بھرا پڑا ہے پر جہالت اور ظلمت نے ایسا زور کیا ہوا ہے کہ باوجود دیکھنے کے نہیں دیکھتے اور باوجود سننے کے نہیں سنتے۔

حضرت باوا صاحب جو سکھ مذہب کے بانی مبانی ہو گذرے ہیں وہ بزرگان دین اسلام کے مقبروں اور روضوں پر چلہ کشی کیا کرتے تھے چنانچہ ملتان سرسہ۔ پاک پٹن وغیرہ مختلف مقامات میں باوا صاحب نے مسلمان بزرگوں کی قبروں کے نزدیک بغرض استفادہ فیوض وبرکات چلہ کشی کی اور اُن چلہ گاہوں کو متھا ٹیکنے کے لیئے اب تک لاکھوں سکھ دور و دراز کا سفر طے کرکے وہاں پہونچتے ہیں مگر باوا صاحب کی رضاء اور منشا اور طریق زندگی اور اصول مذہب پر عملدرآمد کرنے کے باب میں یہ لوگ سخت روگردان اور منکر ہیں۔ اور نہیں چاہتے کہ اپنے گرو کیطرح مکہ معظمہ کا حج کریں اور کلمہ اور درود پڑھ کر اپنی روحانیت کو ترقی دیں۔ پس یہ سب دہریت اور کفر اور بےایمانی صرف اس لیے پیدا ہوئی کہ انھوں نے گمان کرلیا کہ موت کے بعد کوئی کسی قسم کی بازپرس نہیں کرے گا۔ یہ شیطانی خیالات ہیں ہر ایک کو اپنے اعمال خیر و شر کی جزاء و سزا بھگتنی پڑے گی۔ جو اپنے گرو اور بزرگ کا واک نہیں مانتے اور جو

کچھہ انھوں نے کر کے دکھایا وہ نہیں کرتے وہ ضرور خدا کی درگاہ میں قابل مواخذہ ہیں پس بھائیو! یاد رکھو یہ دنیا گذشتنی و گذاشتنی ہے ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک صفحہ ہستی سے اُٹھا لیا جاوے گا اور وہ تمام جنکی خاطر یا لحاظ یا محبت سے حق قبول نہیں کیا جاتا سب ہمارے پیچھے رہ جاوینگے اور ہمارے اعمال کے بغیر کوئی ہمارے ساتھ بارگاہ الٰہی میں نجات اور راحت کا باعث نہ ہوگا۔ اگر ہم کسی محسن اور افسر کا کہنا نہ مانیں اور تمرد اور گردن کشی سے پیش آویں تو جو کچھہ ہمیں یہاں گزند اور نقصان پہونچنے کا احتمال ہے وہ ہر ایک پر ظاہر ہے۔ لیکن وہ رب العالمین جو ہمارے ذرہ ذرہ کا خالق اور ہماری تمام آسودگیوں اور راحتوں کا مہیا کرنے والا ہے۔ اگر ہم اُسکی نافرمانی اور عدول حکمی کریں تو بھی کیا وہ اپنے پیدا کردہ ناشکر گذار مخلوق کو بے سزا چھوڑ دے گا؟ کیا وہ جس نے ہمارے لیے اتنے بڑے بڑے سامان اور لاتعداد انعام و اکرام مہیا کیے ہیں اپنے فرمانبرداروں اور نافرمانوں سے یکساں سلوک کرے گا؟ ہرگز نہیں +

حاصل کلام! سب بھائیوں کو معلوم ہو کہ ہمنے جو دین اسلام قبول کیا ہے در حقیقت وہی مذہب قبول کیا ہے جسکو پابند باوا نانک صاحب تھے۔ پس جو شخص باوا صاحب کا سکھ کہلا کر ان کے مذہب اور اصول کردار اور گفتار اور رفتار کا قائل اور پابند نہیں وہ درحقیقت پاپی اور گنہگار ہے۔ اور اس قابل ہے کہ خدا اُسے دوزخمیں ڈالے۔ یا اس دنیا میں ہی اپنے عذاب طاعون وغیرہ سے ہلاک کرے کیونکہ اُسنے باوا صاحب جیسے مہاتما بزرگ اور پرمیشر کے پیارے بندہ کا کہنا نہ مانا۔ اور حق کو پا با پر دیدہ و دانستہ چند روزہ دنیاوی فوائد اور تعلق داروں سے محبت کر کے حق کو رد کیا۔ اور باوا صاحب کے فرمان عالیشان کو ردی چیز کیطرح پھینک دیا +

ناظرین! ہمارا دین اسلام کو قبول کرنا سوائے رضاء الٰہی اور باوا صاحب کی پیروی اور خوشنودی کے اور کوئی مدعا مدنظر نہیں جیسا کہ آیندہ انشاء اللہ مفصل معلوم ہوگا۔ ہمنے اسلام کو غور سے دیکھا اور تجربہ سے معلوم کیا بے شک اُسے خدا تعالیٰ سے کامل تعلق پیدا کرنے والا پایا۔ اور خدا کو عملی اور مشہود اور محسوس طریق سے حی و قیوم اور متکلم پایا۔ یہی وجہ ہے

کہ ہم کسی طرح سے اسلام کو ترک نہیں کر سکتے (اول تو خدا آزمایش میں نہ ڈالے) مگر بفضلہ وبتوفیقہ اسلام کو ترک کرنے سے آگ میں زندہ جلایا جانا آسان سمجھتے ہیں الا ان یشاء اللہ۔ اسبات کے ثبوت میں ہمارا یہ کہنا کافی ہے کہ ہمنے اپنے پیارے اور مہربان والدین اور بھائیوں بہنوں اور دیگر رشتہ داروں کو صرف اسلام کی خاطر چھوڑا نہ کسی اور غرض کیلئے ہر ایک دانشمند جانتا ہے کہ وطن سے بیوطن یا اپنی جائے سکونت سے الگ ہو کر کالے پانی (عبور دریائے شور) جانا اور اپنی جایئداد اور املاک منقولہ و غیر منقولہ سے دست بردار ہونا آسان کام نہیں ہے۔ جو اپنے والدین کو ہمیشہ کے لیے ترک کرتا ہے جو کچھہ اُسکے دل پر گذرتا ہے وہی اُس امر سے واقف ہے اور دوسروں کیلیئے تو یہ صرف ایک کہانی ہو جاتی ہے۔

مثنوی

کروں رنج اور غم کو میں کیا رقم
کہ خاموش ہے یاں زبانِ قلم

ہوا جب کہ ماں باپ سے میں جدا
نہ تھا کوئی میرا خدا کے سوا

مری کس مپرسی کی حالت نپوچھ
وہ تکلیف اور وہ صعوبت نپوچھ

عزیزوں کی فرقت کا تھا ایک غم
ہوئی اسپہ غربت ستم پر ستم

کروں تنگ دستی کا میں ذکر کیا
کہ تھا مفلسی کا مجھے آسرا

پیاسے تھے اپنے ہی جب خون کے
تو اُمید رکھتا میں کیا غیر سے

فراق وطن اور غم اقربا
خدا کے لیئے سب گوارا کیا

کیا ترک سب عیش و آرام کو
نہ چھوڑا مگر دین اسلام کو

وہ دیں جس کو لائے تھے خیر الانام
سچائی میں جس کی نہیں کچھہ کلام

کسی واقعہ میں کسی کی جان و مال کا ستیاناس ہو جایا کرتا ہے لیکن سننے والوں کے لیئے ایک قصہ کا رنگ معلوم ہوتا ہے۔ پس ہمنے جو رضائے الٰہی اور خوشنودی ایشر کے لیے تکلیف اور نقصان برداشت کیا یہ نقصان اُسکی رضا کے مقابلہ میں ایچ ہے۔ اللہ تعالےٰ! جس کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں اُسنے ہمیں سب کچھہ بلکہ اُس سے بڑھ چڑھ کر عطا کیا۔ اگر

ہمیں دنیوی فوائد اور وسائل منفعت مدنظر ہوتے تو ہم نعوذ باللہ متمول قوموں (عیسائیو
اور آریوں اور سکھوں) کیطرف رجوع کرتے۔ قصہ کوتاہ جو کوئی خدا کے لیے تھوڑا سا
چھوڑتا ہے خدا اُس سے کہیں بڑھ کر عطا فرماتا ہے +

پھر ہم اصل مضمون کیطرف رجوع کرکے کہتے ہیں کہ ہماری اور ہر ایک سعید الفطرت
انسان کی یہ عادت نہیں کہ دوسروں کی صرف عیب جوئی اور نکتہ چینی کریں۔ بلکہ ہم
ایکبات کو جو درحقیقت انسانی فطرت کے برخلاف ہے اُسکو ترک کراکر اُسکی جگہ ایک احسن
اور عمدہ نیکی پیش کرتے ہیں اور جو واقعی نقص ہیں اور حیا اور عقل کے دشمن مسائل ہیں اُن کے
نقص اور عیب ظاہر کرنا چاہتے ہیں اور جو نیکی اور عقل و فہم کے موافق مسائل ہیں اُنھیں پیش
کرکے اُنکی خوبی اور حُسن دکھانا چاہتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہم نے اپنے رسالہ میں یہ امر بدلائل
تام ثابت کیا ہے کہ سچا اور عقل اور خدا کے فعل کے موافق کونسا مذہب ہے اور اسکی شناخت
کے لیے کیا کیا ذریعہ اور معیار ہیں۔ آج کل کے لوگوں کی اتنی لمبی عمریں نہیں ہوتیں
کہ ویدک پستکوں کو جو ہزاروں صفحوں پر مشتمل ہیں اُن کے مطالعہ اور تحقیقات سے انسان
حق و باطل میں فیصلہ کرسکے اور نہ ہی یہ انسان کے احاطہ قدرت میں ہے کہ عقلی اور نقلی
مباحثات سے کسی فریق کو یہ منوا سکے کہ فلاں قول و فعل گناہ میں داخل ہے یا فلاں قول
و فعل ثواب یا عذاب کا موجب ہیں۔ کیونکہ ہزاروں مباحثات ہوئے اور لاکھوں عقلی دلائل
پر مبنی کتابیں لکھی گئیں مگر فیصلہ نہ ہوا کہ یسوع کا خدائی کا دعویٰ کرنا اور گائے کا گوشت
کھانا اور نیوگ کرانا اور شراب پینا وغیرہ وغیرہ امور تمام فرقوں کے نزدیک گناہ یا
ثواب قرار پاگئے ہوں۔ پس آخرکار آسمانی فیصلہ سے خدا نے خود فیصلہ کیا کہ فلاں قول
و فعل اور کردار اور گفتار مقبول اور محبوب ہیں۔ چنانچہ ہم بتفصیل لکھیں گے کہ جسطرح
ابراہیم موسیٰ داؤد عیسیٰ محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مخالف اور ان کے کردار
اور گفتار پر اعتراض کرنیوالے ارادہ الٰہی سے نیست و نابود ہوگئے اور وہ خود عنایت
ایزدی سے عزت و شرف اور فروغ پاکر اپنی پیدایش و بعثت کی علّت غائی کو بوجہ احسن
سرانجام دیگئے۔ ایسا نہیں ہوا کہ اپنے فرائض منصبی کو اُدھورا چھوڑکر نامکمل حالت میں

کاٹے گئے۔ اور اپنے مشن کو حسب منشا پورا نہیں کر گئے +
اس زمانہ میں بھی خدائے احکم الحاکمین نے عجیب اور کھلا فیصلہ کیا ہے اور تمام عقلی و نقلی مباحثات اور روز کے آئے دن جھگڑوں کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے یعنی یہ کہ پنڈت لیکھرام جی نے دعا کی تھی کہ "ہے پرمیشر ہم دونوں میں سے (مرزا غلام احمد و لیکھرام) جسکے قول اور فعل کردار اور گفتار اور اعتقادات اور احکامات تیری نظر میں مقبول پسندیدہ اور تیری رضا جوئی کے لیے اکسیر ہیں اُسکو عزت اور فرخ بخش اور جو تعصب اور ہٹ دھرمی میں ڈوبا ہُوا ہے اُسکو ذلت سے بھرے ہوے عذاب کا مزہ چکھا۔ کیونکہ صادق کی طرح کاذب تیری پاک درگاہ میں کبھی عزت نہیں پاسکتا۔ (دیکھو کلیات آریہ مسافر صفحہ ۵۰۴ و ۵۰۵)
پس خدا تعالیٰ نے جو رحیم و کریم اور سمیع و بصیر ہے اور وہ اپنے نیک بندوں پر کسی صورت میں ظلم نہیں کرتا پنڈت لیکھرام کو ذلت کے عذاب سے اُٹھا کر اُسکے تمام اصول مذہب اور فروع ملت (آریہ سماج یعنی ویدک دھرم) اور قول و فعل پر قلم پھیر دیا اور حضرت مرزا صاحب اور اُن کے مذہب اسلام اور اُن کے کردار گفتار کی اپنے پاک ہاتھوں سے تصدیق کی۔ کیونکہ بقول ہر ایک انصاف پسند اور لالہ لیکھرام کے "پرماتما کا کوئی کام بغیر حکمت اور انصاف کے ظہور پذیر نہیں ہوتا" (دیکھو کلیات آریہ مسافر صفحہ ۳۹۹)
ہم پنڈت دیانند جی کے قول کی بھی اسجگہ تائید کرتے ہیں جو وہ ذیل میں لکھتے ہیں۔
"چونکہ پرمیشر حقیقی انصاف کرنے والے آدمیوں کو عزت بخشتا ہے اور گناہ اور ثواب کرنے والوں کے لیے گناہ اور ثواب کے صحیح صحیح نتائج کا بطریق مناسب ناظم ہے اسلیے اُس پرمیشر کا نام ادیما ہے"۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۹ + پس اُس رحیمانہ اور کریمانہ برتاؤ سے جو ہمیشہ خدا تعالےٰ اپنے ماموروں اور رسولوں سے کرتا آیا ہے ہر ایک بحث اور سردردی کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ پس ہم اول اپنی مختصر سوانح عمری لکھیں گے کہ کسطرح خدا کی عنایت اور رحمت نے اس عاجز کو حق کی طرف کھینچا پھر کسطرح اُس نے کیسے پیار سے ہر مخالف کے گزند اور نقصان

حاشیہ + پنڈت دیانند صاحب کا قول ہے کہ "جو پرمیشر کو جاننے والے۔ دھرم پر چلنے والے کل دنیا کے فیض رساں شخص سے کوئی دشمنی کرے گا وہ ضرور برباد ہوگا"۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش باب ۱۱ صفحہ ۳۷

سے محفوظ رکھا۔ بعد ازاں ہم ناظرین پر ظاہر کرینگے کہ ہمنے اسلام میں کیا دیکھا ہے اور دیگر مذہب میں ہمیں تشفی اور اطمینان اور گناہوں کا علاج میسر نہ ہوا ہمنے جو کچھہ حق و باطل سمجھا اُسکو

بقیہ حاشیہ بیشک پنڈت جی نے حق کہا ہے۔ لیکھرام پشاوری نے دنیا کے فیض رساں اور دھرم پر چلنے والے دشمنی و عداوت کی اور اُسکی بربادی چاہی پر حقیقی انصاف پسند اور عادل پرماتما نے اُسکو ہلاک اور برباد کیا۔ اُس نے الہامات الٰہیہ اور کلمات ربّانیہ کو تمسخر اور حقارت کی نظر سے دیکھا سو خدا نے اپنے منہ کی باتوں اور اپنے پیارے کی غیرت قائم کرنے کے لیے اس دشمن حق اور عدو دین کو نیست و نابود کیا اور اُسکی تمام باتوں اور دعووں اور اصولوں کو جو سراسر غلط تھے خاک اور راکھ میں ملا دیا اور اُن تمام سچے اور حق و راستی اور معارف سے بھرے ہوئے الہامات کو جنپر وہ تمسخر اور استہزا کرتا تھا واقعی طور سے تصدیق کی چنانچہ مفصلہ ذیل بیان سے ظاہر ہوگا جو لیکھرام نے اپنی موت سے پہلے اپنی کتاب تکذیب براہین احمدیہ میں اپنے ہاتھ سے شائع کیا تھا

نقل مطابق اصل

لیکھرام	کیفیت از خاکسار
مرزا۔ خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلائے گا اور ایک اُجڑا ہوا گھر تجھسے آباد ہوگا +	بیشک اُجڑا ہوا گھر آباد ہوگیا جس میں اسوقت پچاس سے زیادہ مرد اور عورتیں آباد ہیں اور ہندوستان اور دیگر دور دراز ممالک اور امصار و بلاد میں برکتیں پھیلتی جاتی ہیں ہزار ہا کوس سے حضرت مرزا صاحب کے دلدادہ مرید قادیان میں آتے ہیں خدا کی باتیں کبھی ٹل نہیں سکتیں +
لیکھرام۔ اردگرد برکتیں نہیں پھیلیں اور قادیان آباد شدہ آپسے اُجاڑ اور ویران ہوگیا ہے +	یہ بالکل جھوٹھ ہے۔ یہاں کے باشندے جانتے ہیں کہ مرزا صاحب کے در دولت پر ۲۵۰ آدمی آبسے ہیں اور ہائی سکول کالج اور شفا خانہ موجود ہے۔ اور مدرسہ میں بھی کم از کم ڈیڑھ سو دو سو لڑکا تعلیم پا رہا ہے۔ اب لیکھرام کے جھوٹھ کا اعتبار کریں یا مذکورہ بالا آبادی کو دیکھکر صحیح واقعہ کا اعتبار کریں ؟ -
مرزا ایک ڈراونا گھر برکتوں سے بھرے گا +	بیشک گھر ایسا آباد ہے کہ اس سارے نواح قادیان میں کوئی بھی آباد نہیں بلکہ اس ضلع میں بھی کوئی نہیں +

صاف صاف نرم الفاظ میں تہذیب سے بیان کر دیا ہے تاکہ تعصب اور جور و ستم اور جھوٹھ کا ناش ہو اور حق اور راستی کا لوگوں کے دلوں پر پرکاش ہو۔ بعض جگہ جو ہمنے ذرہ تیز

بقیہ حاشیہ

لیکھرام آج تک کیا آپ کا گھر خدا نے نحوستوں سے بھرا ہوگا؟

مرزا تیری ذریت منقطع نہیں ہو گی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔

لیکھرام آپ کی ذریت جلد منقطع ہو جاوے گی غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی +

نحوستوں سے آپکا گھر بھر گیا ہے کیونکہ آپکے گھر میں آپکی ذریت سے کوئی بھی پیدا نہیں ہوا اور آپ بھی عین جوانی میں حسرتوں کے ساتھ چل بسے اور ایک راستباز کے ساتھ معاملہ کرکے غضب الٰہی کا نشانہ ہو گئے اور بیوی وغیرہ سب کا خاتمہ ہو گیا۔ قسم بخدا کہ لایزال آپکا گھر جس میں بوم شوم کے بغیر اور کوئی سکونت پذیر نہیں نحوستوں سے بھرا ہوا ہے اور ہمسایہ بھی اُس گھر سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں نکالا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَمَا خَلْفَهُ بیشک الہام الٰہی نے وہ زور دکھایا ہے کہ اس وقت مرزا صاحب کے بیٹے بیٹیاں موجود ہیں اور پوتے بھی موجود ہیں اور ممکن نہیں کہ خدا کی باتیں ٹلیں۔ یقین کامل ہے کہ آخری دنوں تک آپکی ذریت رہیگی + (یا الٰہی جب پنڈت آریہ کا ایسا جھوٹھ نکلا تو پھر اور آریوں کا کیا حال ہوگا۔ ان لوگوں کی جلد تر آنکھیں کھول کہ اسپر ایمان لاویں جیسے ادنیٰ خادموں نے کاشی اور متھرا کے مشرکوں بت پرستوں کو توحید کا سبق دیا اور دیا اور اگنی کی پرستش سے بچایا) پنڈت جی مہاراج جھوٹھ کا ناش ہو اور سچ کا پرکاش ہو۔ آپ نے یہ سرتاپا دروغ کہاں سے سیکھا مرزا صاحب کی ذریت کا حال تو قادیان کے آریوں کو بھی معلوم ہے کہ پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں بفضل خدا موجود ہیں مگر آپ کے ہاں کچھ بھی نہیں۔ آریہ صاحبان کو بھی لازم ہے کہ اب یا تو آریہ سماج کے دوسرے نیم سے انکار کرنا چاہیے کیونکہ پرمیشور نے باوجود نیا کاری اور دیالو کرپالو ہونیکے اپنے بھگت اور مہاتما پنڈت کو مہا بنے ناکامی اور نامرادی کی راہ سے ہلاک کیا اور اُسکے خاندان کو خاک میں ملا دیا۔ یا اسلام قبول کرنا

[illegible]

اور گرما دینے والے الفاظ استعمال کیے ہیں وہ کسی طرح کی درشتی اور بدتہذیبی پر مبنی نہیں

بقیہ حاشیہ

مرزا خدا تیرے نام کو اُس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا +

لیکھرام خدا کہتا ہے کہ چند روز تک نہایت ذلت اور خواری کے ساتھ قادیان میں کچھ تذکرہ رہے گا پھر معدوم محض ہو جاویگا

مرزا تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہونچاوے گا +

چاہیے کیونکہ فیصلہ رحم و کرم کا جو رحیم و کریم خدا سے ہوا وہ اسلامی مرد کے حق میں ہوا + دریں چہ شک جس صورت میں ۲۵ سال سے یہ وعدہ الٰہی روز افزوں چمک دمک سے پورا ہو رہا ہے پھر کون احمق اس عزت و عظمت کو جو لاکھوں انسانوں کے دلوں میں مرکوز اور معمور ہے منقطع ہونے والی تصور کر سکے ہم بڑے وثوق اور یقین سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ دعوی کر کے کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوگا جو الہام الٰہی کہتا ہے کیا ممکن ہے کہ کوئی خدا کے کاموں اور ارادوں کا مزاحم ہو سکے ع دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست +

بیشک آپکے فرضی کمزور ناتوان پرمیشر نے ایسا کہا ہو گا جو ایک مکھی کو بھی اپنی قدرت ناقصہ سے پیدا نہیں کر سکتا اور قدامت میں ارواح اور ذرات عالم کا شریک اور ان سے کمتر ہے۔ اگر خدا نے آپسے کہا ہوتا تو وہ ضرور ویسا ہی کرتا بلکہ یہ ناپاک کلمہ خناس نے آپسے لکھوایا جس سے آپکو ہی معدوم محض ہونا پڑا اور وہ تمام ملکوں میں عزت کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے اور مزہ سے جیتا جاگتا قادیان میں دندنا رہا ہے۔ مگر آپ اور آپ کی آل اولاد کی خاک اور راکھ بھی نہ رہی اور تمام خیر اندیش یہی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی بددعا نے آپ پر غضب الٰہی برپا کیا ہے اور آپ کے مذہب کی تردید کر دی الحمد للہ رب العلمین +

یہ الہام الٰہی جو چوبیس ۲۴ سال سے زیادہ عرصہ کا ہو چکا ہے شائع کیا گیا تھا اب پورا ہو رہا ہے رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ذریعہ سے تمام یورپ امریکہ آسٹریلیا وغیرہ میں آپ کی دعوت پھیل رہی ہے لیکن لیکھرام خاک میں ہے لیکن اُس کا حریف روز افزوں ترقی اور راحت میں ہے اور اپنے فرض منصبی اور امر بعثت میں سرگرم ہے۔ درحقیقت سکھ دُکھ اپنے کرموں کا پھل اور جزا سزا ہوتی ہے بس جو کچھ قادر کرتار نے کیا اُسکو سر تسلیم خم کر کے

اور نہ کسی کی دل آزاری کے لیے لکھے ہیں بلکہ محض احقاق حق محفوظ خاطر ہے یا البعض متعصب اور تاریکی

بقیہ حاشیہ

مان لینا چاہیے۔ کیونکہ اُس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا اور نا ہی اسکی بھیجی ہوئی سزا کو غیر محل اور ظالمانہ طور سے یک طرفہ فیصلہ اور ڈگری سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ عالم کل اور بے نظیر دانا و بینا ہے +

لیکھرام جب خود محمد صاحب کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی تو آپ کس باغ کی مولی ہیں +

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع اور پنجوقت باواز بلند مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت دینے والے ہر ایک بر اعظم بلکہ ہر ایک ملک اور شہر میں موجود ہیں چنانچہ لندن لورپول پیرس سینٹ پیٹرزبرگ اور امریکہ میں مسجدیں موجود ہیں مسلمان بہ بانگ بلند مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے مشن کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ ہاں یہ حق ہے کہ سوائے آریہ ورت کے دوسرے ممالک میں بید بے ثمر کا کوئی خواہاں نظر نہیں آتا۔ بلکہ آریہ ورت میں بھی کوئی وید کا عامل نہیں +

ھرلانا میں تجھے عزت کے ساتھ اُٹھاؤں گا +

ناظرین کو معلوم ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کو مدت سے الہاماً یہ بشارت ملی ہوئی ہے کہ تیری اسّی برس کے قریب عمر ہوگی اور جبتک تیرا مشن کمال کو نہ پہنچیگا خدا تجھے برقرار رکھے گا۔ اور کوئی نہیں کہ تجھے قتل وغیرہ سے آسیب پہنچاکر خدائی رسالت کو درہم برہم کرنے میں کامیاب ہو سکے۔ سچ ہے کہ ۲۵ سال سے مخالفوں نے ناخنوں تک زور لگایا مگر آپ کا بال بینکا نہ ہوا +

لیکھرام۔ آپ اٹھائے جانیکے قابل ہیں میری بھی یہ دعا ہے کہ بہت جلد اٹھائے جاویں اور درکات میں ڈالے جاویں +

پنڈت جی آپ ہی اُٹھائے جانے اور درکات (دوزخ کے درجات) میں ڈالے جانیکے قابل تھے جیسا کہ سرب شکتیمان اور ریاکاری پرمیشور نے کر دکھایا۔ اب بھی اگر کوئی لیکھرام اور اُسکے اصول کے بطلان اور اُسکے غضب الٰہی کے نشانہ بننے کا منکر رہیگا تو وہ پاپی اور اپنی جان کا دشمن ہے +

ھرلانا تیرا نام صفحۂ جہان

بیشک خدا کے ماموروں اور رسولوں اور اوتاروں کا نام ابد تک رہتا ہے

کے فرزندوں کے کانوں سے جھپے بکل لنے منظور ہیں۔ اور کسی قدر اُن لوگوں کے متعصبانہ عترا

بقیہ حاشیہ سے کبھی نہیں اُٹھایا جائے گا +

لیکن ابوجہل اور لیکھرام جیسوں کا نام ونشان صفحہ روزگار سے اُٹھ جاتا ہے اور کوئی بعد میں نام لیوا اور پانی دیوا باقی نہیں رہتا اور اُنکی آل واولاد بھی غضب الٰہی سے نیست ونابود ہو جاتی ہے جیساکہ وقوع میں آیا۔ سچ ہے **ولا یخاف عقبٰہا** +

لیکھرام۔ کیا آپکے سوا محمد صاحب اور سب پیغمبروں اور پیشوایان اسلام کا نام صفحہ ہستی سے خوب منفک ہوگیا جو آپکا بھی چرچا رہے گا +

بیشک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صدہا پیغمبروں اور پیشوایان اسلام کا نام برابر چلا آتا ہے لیکن اگنی وآیو (ہوا) انگرا۔ آدیت (سورج) جنپر وید نازل ہوا اُن کا نام اور اُنکی سوانح عمری اور چال چلن اور رنگ وغیرہ کے رواج دینے والوں کا نام اور حال معلوم نہیں۔ اب تو یہ فرق بھی مشکل نظر آتا ہے کہ وآیو ہوا کو کہیں یا دایو خدا کو کہیں یا کسی دیوتا کو تصور کریں یا لفظ وایو سے کوئی رشی تعبیر کریں۔ خدا کے برگزیدوں کا نام برابر سورج چاند کی طرح ہر ملک وہر ولایت میں چمکیگا مگر جس کا خاتمہ زبوں وخراب آپکی طرح ہو اُس کا...... نام ونشان کوئی دانشمند عزت سے نہیں لے گا۔ اور نہ کبھی لیا گیا +

حرف ۱۔ اور ایسا ہوگا کہ سب لوگ جو تیری ذلت کے فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنیکے خیال میں ہیں وہ سب ناکام رہینگے اور ناکامی کے ساتھ مرینگے

بیشک لیکھرام جوان دنیا سے ناکام گیا۔ اور تمام آریوں کو شرمندہ کر گیا بے ریب جو حضرت مرزا صاحب کی ناکامی کے درپے اور ذلت کا خواہاں تھا وہ پنڈت لیکھرام تھا سو وہی ناکامی اور ذلت کی موت سے مرا ذلت سے اسلیے کہ وہ تو ناکاری کے سبب سے قتل ہوا جیساکہ پیسہ اخبار مورخہ ۱۳ مارچ ۱۸۹۷ء میں لکھا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ اور یا اپنی گزشتہ جون کی کرتوت کی پاداش میں اپنی سزا کو پہونچا کیونکہ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ علاوہ ازیں پنڈت دیانند جی بھی ناکام ونامراد دنیا سے سدھارے اور وید کا ترجمہ بھی پورا کر کے نہ گئے بلکہ جس کام کو شروع کیا تھا وہ ادھورا ہی

کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے جنکے نہ ایک دفعہ نہ دو دفعہ بلکہ صدہا مرتبہ جواب دیئے گئے ہیں

بقیہ حاشیہ

مگر جو خدا کا فرستادہ ہوتا ہے خدا اسکی خود حفاظت فرماتا ہے ممکن نہیں کہ دنیا کے ناچیز مخالف اور حاکم رب العالمین کے فرستادہ کے مزاحم اور روک ہو سکیں جو خدا کے پیارے اور فرستادہ پر گرتا ہے وہ خود ہی گر کر چور ہو جاتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو خدا کو کوئی بھی نہ مانے۔ خدا کی بادشاہت ہر جگہ ہے اسکے ارادوں کا جو مزاحم ہوتا ہے وہ کاٹا جاتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکملت لکم دینکم کا نقارہ بجا کر گئے ہیں ایسا نہیں ہوا کہ کسی ناکامی نامرادی نے انھیں گرفتار کیا ہو۔ اگر خدا کے فرستادوں اور پیغمبر کے ماموروں کی اتنی بھی عزت نہ ہو کہ لوگوں کے ہاتھوں سے اسکی حفاظت ہوتی رہے تو حیف ہے ایسے کمزور ناتوان پیغمبر پر۔ نعوذ باللہ من ذالک +

لیکھرام۔ آج تک تو کوئی اس کا مخالف اور مکذب ناکامی اور نامرادی سے نہیں مرا .... بلکہ مرزا اور اسکے پیرو محمد کے مخالف اسی طرح شادکام رہکر سرکوبی و گوشمالی کرتے رہینگے اور نیز اشتہارات و بحکم خداوند تعالی مکاروں کے مکر ظاہر کرتے رہیں گے +

لیکھرام! اگر اب تو زندہ ہوتا تو ہم تجھے بتاتے کہ مولوی اسمٰعیل علیگڈھی عبد اللہ آتھم عیسائی پنڈت دیانند مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی عبد اللہ و عبد العزیز و محمد لدھیانوی اور رحیم اللہ پشاوری وغیرہ وغیرہ کہاں گئے۔ اور اب تو درکات میں اپنے کرموں کا پھل اور سزا کا ذائقہ چکھ رہا ہے۔ ناظرین خود سوچیں کہ بحکم خداوند تعالی کون شادکام رہ کر حق کے دشمنوں کی سرکوبی اور گوشمالی کر رہے ہیں اور کس بھاشے اور مکار کے مکر اور جھوٹھ ظاہر ہو رہے ہیں۔ خدا کی قدرت تو دیکھو جو خدا کے ماموروں کے حق میں اس جرأت اور بے باکی سے ناپاک الفاظ منہ پر لاتا ہے اسکو خدا تعالی ذلت کی مار سے ہلاک کرتا ہے کیونکہ بقول تیرے وہ پنڈت دیانند کے کہ خدا کی درگاہ میں صادق کی طرح کاذب کبھی عزت نہیں پا سکتا +

ہرگز نہیں۔ لیکن خدا تجھے بھی کامیاب کریگا

الہام الٰہی سچا ہے۔ خدا تعالی نے مرزا صاحب کو جلسہ اعظم مذاہب میں تمام ادیان باطلہ پر کامل فتح اور غلبہ دیا اور لاکھوں انسانوں کو روشنی اور

لیکن وہ لوگ نہایت جرأت اور بیباکی سے پھر بار بار لکھتے اور شائع کرتے ہیں اور پبلک کا دل دکھاتے

بقیہ حاشیہ

اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا +

وہ لڑکا موعود صاحب شکوہ اور عظمت و دولت ہوگا اور تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اپریل

او قومیں اس سے برکت پاوینگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا +

لیکھرام ہمارا الہام کہتا ہے کہ لڑکا کیا تین سال کے اندر اندر آپ کا خاتمہ ہو جائیگا اور آپکی ذریت سے کوئی باقی نہ رہے گا ملاحظہ آریہ پتریکا

نیک اندیشی کا گرویدہ بنایا اور دین و دنیا کی ہر ایک لعنت سے چھڑایا۔ لیکن لیکھرام جی اور پنڈت دیانند جی کا بیج تک مارا گیا اور گھر بار اجڑ گیا فاعتبروا یا اولی الابصار۔ عقلمندو! انکے بدانجام سے عبرت پکڑو۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں +

ناظرین کو معلوم ہے کہ جس وقت یہ الہام لڑکے کی نسبت ہوا تھا اُسوقت حضرت مرزا صاحب کے گھر میں دوسری بیوی سے ایک لڑکا بھی نہ تھا اسلیے تین کو چار کرنے والے کے معنے معلوم نہ ہوے۔ عجیب قدرت الٰہی ہے کہ تین کو چار کرنے والا لڑکا بھی پیدا ہو گیا یہ انسانی طاقتوں سے بالاتر بات ہے کہ جس صورت میں ایک بھی بچہ نہ ہو تو یہ امر شائع کر دے کہ تین لڑکوں کے بعد چوتھا لڑکا پیدا ہوگا۔ اول تو کسیکو اپنی زندگی کا اعتبار نہیں پھر بیوی کی زندگی اور بچوں کے پیدا ہونے اور زندہ رہکر چوتھا لڑکا پیدا ہونے کی پیشگوئی اپنے پاس سے کسطرح کر سکتا ہے۔ یہی معجزہ خدا نما معجزہ ہے جس سے خدا کے وجود اور علم غیب اور قدرت کاملہ کا ایمان پیدا ہوتا ہے آریوں پر افسوس کہ ایسے نشان دیکھکر ماننا تو درکنار ٹھٹھا کرتے ہیں۔ اور اگر پوچھا جاے کہ کیا تمنے مرزا صاحب کی کوئی پیشگوئی سچی ہوتی دیکھی ہے تو انکار کرتے ہیں حالانکہ آریوں کا پیشوا دیانند لکھتا ہے کہ جھوٹی گواہی دینے والے یا سچی گواہی کو چھپانے والے کی زبان کاٹ ڈالنی چاہیے +

قادیان والے آریہ واقف ہیں کہ لیکھرام نے یہ کسقدر جھوٹ بولا ہے اب ایک کے بجاے چار لڑکے موجود ہیں اور خود لیکھرام کے کچھ نہیں۔ انصاف کرنے والے خود سمجھ لیں گے۔ اب انصاف پسندی اور عدل پروری کیلئے کس خاموش رہنے والے اور سچی گواہی کے چھپانے والے بہانتے کے سر کو پیٹیں اور کس پردھان بے ایمان کا گریبان چاک کریں جو جھوٹ کو جھوٹ نہیں مانتا

اور حق کو حق نہیں گردانتا۔ بلکہ نہ تو آپ ایمان لاتا ہے اور نہ دوسروں کو ایمان لانے دیتا ہے اور لیکھرام ہی کو راست باز کہتا جاتا ہے۔ منہ

ہیں۔ اس لیے اگر کسی جگہ درشتی محسوس ہو تو آریہ مسافر میگزین ۱۹۰۳ء و ۱۹۰۴ء کے نمبروں کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ معلوم ہو کہ طرفین میں زمین و آسمان کا فرق ہے یا نہیں +

اختبار الاسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین ۝ ہم لوگ جگت کو اوپتن کرنے والے جگدیشور کی مہما اور استت کرتے ہیں الرحمٰن الرحیم ۝ پرماتما دیالو اور کرپالو ہے ملک یوم الدین ۝ وہی پرلوک اور مہاپرلے کے دن کا مالک ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین ۝ ہے انتریامی پرمیشر ہم تیری ہی اوپاسنا کرتے ہیں اور تیری ہی سہایتا چاہتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم ۝ ہم کو ست کا مارگ دکھا صراط الذین انعمت علیہم ان رشیوں اور منیوں کا مارگ جن پر تو نے اپنی خاص کرپا کی ہے غیر المغضوب علیہم و لا الضالین ۝ ان دشٹوں اور پاپیوں کا ڈگر نہ دکھائیو جن پر تیری کرپا نہ ہوئی + آمین +

چند سال سے زیادہ عرصہ گذرا ہے کہ میں اپنے والدین اور دیگر خویش و اقربا میں بود و باش رکھتا تھا اور انھیں کی طرح غفلت اور تاریکی میں زندگی بسر کرتا تھا اور پرائمری اسکول میں تعلیم پاتا تھا اور ابھی میری عمر چودہ ۱۴ سال سے متجاوز نہ تھی کہ ایک کتاب بنام رسوم ہند + کے مطالعہ سے دفعۃً مذہب کے متعلق یہ خیال پیدا ہوا کہ ممکن ہے کہ ہم سکھوں کا موجودہ مذہب انسان کو

+ حاشیہ اس کتاب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور مدارج عالیہ پڑھ کر میرا دل لوٹ گیا اور تمنا کی کہ کاش پرمیشر مجھے بھی ان کا مرتبہ اور قرب عطا کر دیتا مگر معاً یہ خیال بھی آیا کہ اس طرح ہر ایک متنفس یہی تمنا کر سکتا ہے اور یہ خواہش کسی صورت میں پوری نہیں ہو سکتی بعد ازاں حضرت امام مہدی جن کا ظہور آخر زمانہ میں مقدر تھا ان کے حالات پڑھ کر دل میں وہی خواہش پیدا ہوئی کہ ہے نرنکار یہ فضل مجھے ہی عنایت ہو جاوے۔ ورنہ کم از کم اتنا تو ضرور ہو کہ حضرت امام مہدی کے

پر مبشر تک پہونچانے کے لیے کافی نہ ہو اور گرنتھ صاحب * جس میں توحید اور چند اخلاقی باتوں کا ذکر ہے دوسری انسانی ضروریات کے بارے میں تمام احکام دربارہ امور کردنی و ناکردنی پر حاوی نہ ہو اور ہم مینڈک کی طرح ایک تنگ و تاریک گڑھے میں پڑے ہوں اور اپنے حقیقی مالک خالق سے ناواقف اور ناآشنا ہی دنیا میں آویں اور ویسے ہی بے نصیب اور محروم ہو کر اس دار فانی سے چلے جاویں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ کثرت مطالعہ سے اور نیز غور و فکر سے میں اس امر پر بخوبی واقف ہو گیا تھا کہ ہماری قوم (سکھ) کی یہ حالت ہے کہ ان لوگوں میں علم بہت کم ہے اور خداشناسی اور روحانیت بکلی معدوم ہے اور ہزارہا جوان سکھ انگریزی فوجوں میں بھرتی ہونے اور دولت اکٹھا کرنے کو ہی بنا

بقیہ حاشیہ اصحاب میں داخل ہو جاؤں اور ثواب دارین حاصل کر سکوں۔ الحمد للہ کہ یہ آخری دعا جو بحالت اضطرار ..... کی گئی تھی قبول ہو گئی اور امام مہدی کے اصحاب میں داخل کیا اور امید ہے کہ حضور علیہ السلام کے قدموں میں زندگی بسر کروں + منہ

* حاشیہ آجکل سکھ مذہب کی کتاب گرنتھ صاحب کے نام سے مشہور و معروف ہے لیکن نہیں وہ تعلیم اور مواعظ حسنہ جن کی تلقین حضرت باوا نانک صاحب کیا کرتے تھے موجود نہیں انسانی دست مال سے بہت کچھ تغیر و تبدل واقع ہو گیا ہے اور انجیلوں کیطرح کئی جنم ساکھیاں طیار ہو گئیں اور باوا نانک کی تعلیم محرف مبدل ہو کر گم گشتگان راہ حق کے لیے کالعدم ہو گئی ہے اور بہت سے مسائل جو انسان کی ضروریات کے لیے ازبس ضروری ہیں ان سے بالکل عاری ہے اور سکھوں کو ان مسائل کے لیے اور کتب اور رسومات کیطرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ گرنتھ صاحب میں توحید کا ذکر خیر پایا جاتا ہے۔ مگر تمدنی و اخلاقی اور ملکی ضروریات جو حصہ ما ہیں جن کے بغیر زندگی زندگی نہیں وہ اس کتاب میں قطعاً نہیں۔ مثلاً شادی غمی نکاح طلاق طرز معاشرت بیع و شرے تقسیم ترکہ اور اقوام سے تعلق رکھنے اور حاکم و محکوم ہونیکے ضوابط و قوانین سے یہ کتاب بے نصیب اور تہیدست ہے۔ دراصل باوا نانک صاحب قرآن شریف کے پیرو اور متبع تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے دور و دراز کا سفر طے کر کے مکہ معظمہ کا حج کیا اور مدینہ

ہیں آنے کا مقصد اعلیٰ خیال کیے ہوئے ہیں اور لاکھوں اندھوں کی طرح دنیا میں آتے ہیں اور شراب خواری اور فسق و فجور میں زندگی بسر کرکے اندھے ہی چلے جاتے ہیں اور اس امر سے بکلی بے خبر اور ناآشنا ہیں کہ دنیا میں آنے کا اصل مدعا اور علت غائی کیا ہے اور مابعد الموت ہمیں کونسی ضروریات درپیش ہوں گی اور اپنے ہر ایک کردار اور گفتار کا کسطرح جواب دینا ہوگا بعد ازاں یہ خیال پیدا ہوا کہ ممکن ہے کہ عیسائی مذہب ہی حق اور راستی پر مبنی ہو یا بدھ یا اسلام یا پارسیوں کا مذہب خدا کیطرف سے ہو اور ہم یوں ہی جیسے خالی ہاتھ دنیا میں آئے ویسے ہی حق اور روحانیت کے سرمایہ سے تہیدست ہو کر اس جہان سے چلدیں قصہ کوتاہ میں مذہب کے بارہ میں نہایت تشویش اور گھبراہٹ میں مبتلا ہو گیا اور ایک ایک دن گذارنا دوبھر ہوگیا۔ مگر چونکہ میں اپنے قدیمی مذہب میں خوب سرگرم تھا اور ہر روز صبحکو اٹھکر اشنان کرنا اور ذکر الٰہی میں ایک حد تک مصروف رہنا میری دلی خواہش اور روحانی غذا تھی اور حتی الامکان دور دور چلکر پنڈتوں اور سادھوؤں کی صحبت سے مستفید ہونیکی کوشش کرتا تھا مگر تسلی اور طمانیت کہیں دستیاب نہیں ہوتی تھی۔ اور تلاش حق میں دل ہر وقت بیقرار و مضطرب رہتا تھا مگر باینہمہ اس غیر معمول تلاش حق اور اضطرار کو ہر ایک سے چھپاتا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ مجھے کوئی دیوانہ یا مخبط الحواس سمجھے اور کہے کہ اس چھوٹی عمر میں ایسے خیالات دلپر مستولی ہیں تو آیندہ کیا ہوگا۔ مگر میں اپنی جستجو اور تلاش حق میں مصروف رہا۔ چنانچہ اول اول میں نے اپنی تحقیقات اور تلاش کا دائرہ صرف پنڈتوں اور سادھوؤں تک محدود رکھا اور اپنے جاہل بھائیوں کی طرح مسلمانوں اور اُن کے مذہب کو نہایت نفرت سے دیکھتا تھا اور ان کو مُسلے مُسلے کہکر پکارا کرتا تھا اور تحقیر اور حقارت آمیز کلمات کے استعمال سے دریغ نہ کرتا تھا۔ مگر اِدھر

بقیہ حاشیہ فقرا اور بزرگان دین اسلام کی صحبت سے مدت العمر مستفید ہوتے رہے۔ چونکہ قرآن شریف روحانی جسمانی ملکی تمدنی اخلاقی برکاتی اور افاضۂ خیر کی تمام شاخونکو سیراب کرنے کے لیے کافی سرمایہ رکھتا ہے اس لیے باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ نے ضروری نہ سمجھا کہ اپنی جنم ساکھی میں تمام انسانی شاخوں کو سیراب کرنیکے لیے تمام احکام تحریر کرتے۔ ان کا چولہ جو قصبۂ ڈیرہ بابا نانک میں موجود ہے جو کچھ آسمیں باوا صاحب تحریر کرگئے۔

ان ... ... سلطان ... ... صفحہ

ایسا کرنا بھی کسی قدر ٹھیک اور بجا تھا کیونکہ ہمارے گردونواح میں عموماً اور ہمارے گاؤں میں خصوصاً ایسے مسلمان بود و باش رکھتے تھے جو خدا اور رسول اور اسلام کے پاک اصول سے بکلی ناواقف اور وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ نماز روزہ کا تو ذکر کیا کئی کئی دن تک اشنان کرنا اور ہاتھ منہ دھونا بھی انھیں نصیب نہ تھا۔ علاوہ ازیں اشیاء خورونوش اور ان کے غلیظ برتنوں کو دیکھکر میری نفرت اور کراہت اور بھی بڑھتی جاتی تھی اور دل میں یہی سمجھے ہوئے تھا کہ بس یہی اسلام ہے جو ان لوگوں کے طرز معاشرت سے ظاہر ہوتا ہے اور یہی مسلمان ہیں اور یہی ان کے مذہب کے اصول۔ لیکن یہ میری بڑی بھاری غلطی تھی کہ میں نے غلط اور نادرست اندازہ لگایا اور اسی غلطی میں صدہا بلکہ ہزارہا سکھ اور دوسرے متلاشی حق گرفتار ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ درحقیقت مسلمان بننا اور اسلام کے پاک اصول پر چلنا اور ہی بات ہے اور نام کے مسلمانوں پر اسلام اور اسکی ماہیت کا اندازہ کرلینا بدبختی اور حماقت ہے۔ پس کوئی دانشمند صرف بیدین اور گندے نام کے مسلمانوں کے ہتھو ٹھے اور پیالوں پر نجاوے۔ کیونکہ مذہب اسلام اور چیز ہے اور اسکی پاک تعلیم سے دور اُفتادہ ونکو اسلام کی حقانیت کا معیار ٹھیرانا ایک احمقانہ حرکت ہے جس سے ہر ایک دانشمند کو پرہیز کرنا لازمی ہے ؂

گو میرے دل میں اسلام کے ان بُرے نمونوں نے کئی طرح کے شبہات ڈالے مگر عنایت ایزدی نے میری دستگیری کی اور مجھ جیسے لاکھوں غلط اندازہ کہنے والوں میں سے مجھے چن لیا اور اپنی رحمت خاص سے ایک نیکم دمدرس کی صحبت نصیب ہوئی جو ارکان اسلام کے پابند اور ظاہری و باطنی پاکیزگی میں حصہ وافر رکھتے تھے۔ بس اُن کی صحبت اور نیک نمونہ سے اتنا ہوا کہ میرے دل میں جو بُرے نمونوں کو دیکھکر بیجا کراہت اور نفرت جاگزین تھی وہ دور ہو گئی اور دل میں کہا کہ یہ سخت نالائق حرکت اور بدبختی کے آثار ہیں کہ اسلام اور اسکے پاک اصول اور صداقت کے اصل آثار کو بغیر دیکھنے کے خود بخود فیصلہ کرلیا جاوے۔ حق تو یہ ہے کہ ہر ایک مذہب کے اصول کی پڑتال کیجاوے بعد ازاں اسپر رائے زنی یا نکتہ چینی کرنا بجا ہے ورنہ غلط فیصلہ کرکے اپنے تئیں ہلاک کرنا ہی پس اُن کی صحبت سے میرے دلپر یہ اثر ہوا کہ میں اسلام اور دیگر مذاہب کو ایک ہی نظر سے دیکھنے لگا اور کسی خاص مذہب کو کسی دوسرے پر یوں ہی ترجیح نہ دیتا تھا۔ مگر حق جوئی کا اتنا جوش اور

اشتیاق موجزن تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ آخر کار خیال آیا کہ گھر سے ہجرت کر جاویں اور دنیا
میں آزادانہ طور سے بطور خود دیکھیں کہ ہر ایک مذہب کس پایہ اور خوبی سے پُر ہے۔ مگر ساتھ
ہی خورد سالی بے سامانی اور ناتجربہ کاری کے خطرات دھمکیاں دے رہے تھی کہ باہر جا کر میں
کہاں بود و باش رکھوں گا اور مصائب و شدائد میں میرا کون معین و مددگار ہوگا اور دکھ درد
کے وقت کون میرا غم غلط کرے گا؟ اور والدین اور بھائی بہنوں کی مفارقت کسطرح
برداشت کر سکوں گا۔ غرض اسطرح کے توہمات پیش کر کے دلکو بہت سمجھایا کہ چند سال کے بعد
اس معاملہ میں دست درازی کرنی چاہیے ابھی وقت نہیں لیکن میں بار بار بے اختیار ہو جاتا تھا
اور دہیر یہی خیال غالب رہتا تھا کہ اگر کل موت آجاوے تو پھر کون جواب دہ ہوگا۔ آخر کار
میںنے شرم وحیا سے کام لے کر اپنے ایک مسلمان اُستاد سے اس ہجرت کا اظہار کیا اُنھوں نے
نہایت زور اور تاکید سے یہی سمجھایا کہ ابھی وہ وقت اور عمر نہیں کہ ایسے کام کا اقدام کیا جاوے
مگر پھر بھی دل میں یہی خیال پیدا ہوا کہ عمر کا اعتبار نہیں اور ان کے مشورہ پر عملدرآمد کرنا ٹھیک
نہیں کیونکہ انھیں اپنی ملازمت کے متعلق خطرہ پیدا ہو گیا تھا اور میرے رشتہ داروں کیطرف
ایذا رسانی اور مقدمات وغیرہ کا خوف دامنگیر تھا اس لیے میںنے ان کی رائے کو قبول نہ کیا۔ حاصل
کلام اسی کش مکش میں خاکسار نے گھر سے ہجرت کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا چنانچہ انھی دنوں میں
جب میں ان خیالات میں محو و مستغرق تھا تو ایک دفعہ ایسا ہوا کہ میں کوٹھے پر چڑھکر بہت
رویا اور بغیر بستر کے وہیں چھت پر لیٹ گیا اور دل سے مخاطب ہو کر کہا کہ اپنے پیارے والدین
اور بھائی بہنوں کی جدائی اور تفرقہ سے جس قدر باہر جا کر رونا اور افسوس کرنا ہے وہ ماتم آج
یہیں کر لو اور اپنے لیے اُن سبکو زندہ درگور دفن کر لو۔ کیونکہ دوبارہ اُن سے ملاقات کرنا
ایک امر محال ہو جاوے گا پس آج ان مربی اور محسن لوگوں کے احسانات اور فوائد دنیوی سے
بکلی ناامید ہو جاؤ۔ پس تو اب اپنے تئیں ایسا فرض کرے کہ گویا تو اپنے گھر اور پیارے والدین
اور پیار کرنے والی بہنوں اور دیگر خویش و اقربا سے الگ ہو کر دور کے لق و دق جنگل میں پڑا ہے
جہاں چاروں طرف سے درندوں کی خوفناک آوازیں بدن پر لرزہ ڈالتی ہیں اور کوئی صورت
بچاؤ کی نظر نہیں آتی اور سوائے مالک حقیقی کے تیرا کوئی غمگسار نہیں اور اپنوں اور بیگانوں کے

احسانات اور محبتوں کو یاد کرکے جس قدر جدائی کا احساس ہو سکتا ہے نہیں کرے۔ ان خیالات میں ساتھ ساتھ دعا بھی کرتا تھا کہ "ہے دیالو کرپالو انوپیم! تو مجھے اس غم سے نجات بخش جس میں تو مجھے اب مبتلا دیکھتا ہے۔ تیرے سوا کوئی اس امر سے واقف نہیں۔ کوئی ایسی راہ دیکھا جس سے مجھے اس غمسے رہائی حاصل ہو جاوے جس کا تیرے سوا کوئی چارہ گر نہیں۔ اور تیرے آگے کوئی بات ان ہونی نہیں"۔ اسطرح درگاہ الٰہی میں نہایت سوز و گداز اور تضرع و ابتہال سے دعائیں کرتا تھا آخر اسی حالت میں نیند آگئی اور خواب میں دیکھا کہ میں گھر سے بھاگا ہوں۔ اپنی گلی میں جہاں جہاں قدم رکھتا ہوں قدم قدم پر آتش سوزاں کا کنواں نکل آتا ہے جس میں آگ کے خوفناک شعلے نکل رہے ہیں۔ لیکن یہ عاجز مغرب کیطرف بھاگا جاتا ہے اور آٹھ کوس تک یہی حالت رہی آخر کار یہ عاجز ایک مکان پر چڑھ گیا مگر اُس کی چھت پھٹ گئی اور آتشکدہ نمودار ہو گیا پھر میں اُس مکان سے نیچے کود پڑا اور آنکھ کھل گئی۔ اُسوقت میں نہیں جانتا تھا کہ خواب کیا ہوتا ہے اور اُسکی تعبیر کیا حقیقت رکھتی ہے مگر اس خوفناک نظارہ کی کیفیت میرے دل میں رہ گئی اور گھر والوں کی محبت میرے دلسے کم ہوتی گئی اور اپنے سکونتی مکان سے روز افزوں نفرت پیدا ہو گئی۔ چند روز کے بعد اس عاجز نے پھر نہایت گریہ و بکا سے جناب الٰہی میں عرض کی کہ "ہے قادر کرتار جب تو نے یہ سوز اور جلن اور عشق میرے دل میں پیدا کیا ہے تو پھر تو ہی اس کا علاج کر اور اس پیاس کو بجھا کہ تیری درگاہ میں کسی چیز کی کمی نہیں اور تیری پاک ذات میں بخل بھی نہیں پھر تو مجھے صاف طور سے صراط مستقیم دکھا دے میں سچے دلسے اس امر پر طیار ہوں کہ تجھے راضی کروں۔ جس مذہب میں میں تجھے خوش اور راضی کر سکتا ہوں مجھے اُس سے اطلاع بخش کہ میں تیرے لیے ہر ایک عزیز اور محبوب تعلقدار کو چھوڑنیکے لیے ہمہ تن طیار اور مستعد ہوں۔ حتیٰ کہ میں اُن پیارے والدین کو بھی تجھپر قربان کرنیکو طیار ہوں جن کی محبت اور احسان یاد کرکے میرا کلیجہ پاش پاش ہوتا ہے"۔ اس دعا کے بعد میرے دل میں ڈالا گیا کہ مختلف قوموں میں جو مختلف پرمیشر کے نام مشہور و معروف ہیں اُن کا وظیفہ کرو۔ پھر جس قوم میں راستی ہوگی اور جس زبان اور قوم کے اسماء الٰہی بابرکت ہوں گے اُسی طرف تمہیں کھینچ لیا جاوے گا۔ پس اس ہدایت اور ایماء الٰہی کے مطابق خاکسار با پر میشر یا الٰہی

یارب یا اللہ وغیرہ وغیرہ اسماء باری تعالیٰ کا وظیفہ کرنے لگا۔ اکثر جنگلوں میں جاکر بالکل تنہائی میں یہ وظیفہ پڑھا کرتا تھا اور نہایت اضطرار اور درد انگیز سوز و گداز سے جناب الٰہی میں رو رو کر دعائیں کرتا تھا۔ چند روز بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ یہ عاجز اور ایک اور لڑکا جو میرا ہم محلہ اور ہم مکتب تھا ہم دونوں ایک خوفناک آگ سے صحیح سلامت نکل آئے ہیں مگر ہمارے ہاں کے باقی لوگ آتش سوزاں میں ڈھیر ہو گئے ہیں اس خواب کے بعد یکایک میرا دل اسلام کی طرف جھک گیا اور بجائے نفرت اور وحشت کے دل میں اسلام کی محبت اور اُنس جاگزین ہوا اور ایسا یقین ہو گیا کہ خدا اسی مذہب میں مل سکتا ہے اس خوابیدہ کے بعد یکایک میرا دل اُچاٹ ہو گیا اور اپنے گاؤں کے در و دیوار پر نحوست برستی ہوئی نظر آتی تھی۔ میں نہایت حیران اور پریشان تھا اور نہ جانتا تھا کہ کہاں جاؤں اور کس کے پاس جاؤں۔ آخر کار توکلاً علی اللہ میں اپنے گھر سے نکلا اور گھر کے ہر ایک خوبصورت چہرہ پر حسرت آمیز نگاہوں سے دیکھتا تھا اور اپنی زاد بوم کو چشم پر آب ہو کر الوداع کہتا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھمیں اور میرے خویش و اقربا میں ایسی دیوار حائل ہونے والی ہے کہ قیامت تک پھر یہ لوگ مجھسے دور و مہجور

حاشیہ

مجھے ان دنوں میں خواب کی حقیقت معلوم نہ تھی اور نہ اسکی تعبیر کیطرف توجہ کرتا تھا آخر مشرف باسلام ہونے کے بعد جب مینے ایک نیکمرد سے یہ خواب بیان کیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ وہ دوسرا لڑکا بھی اسلام میں داخل ہو جاوے گا سو خدا کا شکر ہے کہ دو سال بعد وہ دوسرا لڑکا بھی اسلام میں داخل ہو گیا یعنی اصلی سکھ ہو گیا اور گمراہ سکھوں کے مذہب سے نکلکر حضرت باوا نانک صاحب کی تعلیم اور وصیت پر پورا عمل کیا جسکو بطور وصیت چولا صاحب پر حضرت باوا نانک صاحب تحریر کر گئے ہیں۔ مگر افسوس کہ دنیا کیسی اندھی ہے کہ لاکھوں سکھ چولا صاحب کو متھا ٹیکتے ہیں۔ مگر جو چولہ صاحب پر حضرت باوا صاحب قدس سرہ العزیز نے دربارہ نماز اور کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ لکھا ہے اُسکی حقیقت کو نہیں مانتے۔ صرف متھا ٹیکنے سے کیا فائدہ مترتب ہو سکتا ہے جب تک اُسپر عمل نہ ہو۔ منہ

اور نا آشنا ہوں گے اور کوئی ایک بھی میرا خیر خواہ نہ ہوگا۔ اس دردناک حالت میں جبکہ میں اُن سے الگ ہونیکو تھا۔ جدائی اور تفرقہ کے احساس سے کلیجہ مُنہ کو آتا تھا اور دل طرح طرح کے خیالات مستولی تھے جن کو میں الفاظ کا جامہ پہنانے سے عاجز ہوں۔ ہاں اتنا لکھنا ضروری ہے کہ بظاہر تمام دنیوی اُمیدوں کو خاک میں ملاتا تھا اور آنکھوں سے لگاتار آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی اور دل میں غم و اندوہ کی گھٹا چھائی ہوئی تھی اور میں اپنے تئیں خستہ حال اور بیکس مظلوم کی طرح دیکھتا تھا مگر زبان یا دل پر کسی کی شکایت نہ تھی۔ کبھی ہجرت کرنے کی اُمیدیں اور ثمرات دل میں جرأت پیدا کرنے لگتے تھے گاہے گھر والوں کی محبت بھری نگاہیں اور سفر و حذر کی تکالیف کلیجہ کو ہلا دیتی تھیں اور والدہ ماجدہ جو ہم چار بھائیوں میں سے بڑھ کر مجھے خصوصیت کے ساتھ محبت اور پیار کرتی تھیں انکی مصیبت اور رنج کو میں تصور میں نہ لا سکتا تھا جو عنقریب میری عدم موجودگی میں اُن پر آنے والا تھا دل میں خیال آیا کہ یہ لوگ جو آج اس قدر محبت کرتے ہیں کہ مجھکو اُن سے کوئی بھی عزیز اور پیارا معلوم نہیں ہوتا لیکن کچھ عرصہ کے بعد اُن سے بڑھ کر میرا کوئی بھی دشمن اور مخالف نہ ہوگا۔ غرض جب میں باہر نظر ڈالتا تھا تو قدم باہر پڑتے تھے اور جب میں گھر کیطرف دیکھتا تھا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ اور میرا اُن سے الگ ہونا درحقیقت موت کے برابر تھا۔ قصہ کوتاہ جو حالت مجھپر اس وقت گذری اسکی کیفیت وہ لوگ سمجھ سکتے ہیں جنھوں نے ایسی مفارقت کا تجربہ کیا ہے اور وہ مصیبت اور افسوس جو والدہ صاحبہ کو میرے لیے برداشت کرنا پڑا صرف وہی محسوس کر سکتا ہے جس کا کوئی بچہ یوں ہی گرگ و شیر کا شکار ہو گیا ہو یا کسی اور دردناک حالت میں مبتلا ہو کر راہی عالم بقا ہو گیا ہو۔ بس اس دردناک ماجرا کو زیادہ طول دینا ٹھیک نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ بہتوں کے دل دکھیں اور بہتوں کی آنکھیں پُرآب ہوں۔ ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ جو چودہ سالہ بچہ اپنے بڑے کنبہ سے جبراً الگ کیا جاتا ہے اور اُسپر اور اُس کے والدین کے دل پر کیا کیا صدمہ گذرے ہوں گے۔ اور کب تک اُنھوں نے رو رو کر راتیں گذاری ہوں گی۔ مگر آخر کار خدا کے فضل و کرم نے میری ایسی دستگیری کی کہ میں نے ان سب کمندوں کو توڑا اور اپنے پیارے وطن اور خویش و عزیز کو اپنے زعم میں ہمیشہ کے لیے زندہ درگور کیا۔

وہ بیچارے اس سرگذشت سے بکلی بیخبر تھے اور نہ جانتے تھے کہ میں اُن کے لیے رونے اور پیٹنے کا سامان طیار کر رہا ہوں - اور میں خوب محسوس کرتا تھا کہ یہ لوگ عنقریب میری نسبت ایک دردانگیز حالت میں گرفتار ہوجاوینگے اور مجھے اپنے خیال میں مردہ سمجھکر تمام خاندان کے مردوزن نوحہ میں مصروف ہوجاویں گے اور سال تک پردرد مصیبت میں گرفتار رہیں گے - المختصر بڑے زور اور جبر سے اپنے دلی جوشوں اور محبتوں کو دبایا اور کلیجہ کو تھاما اور گھر سے کچھہ زاد راہ لیکر روانہ ہوا اور گھر والونکو کہدیا کہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے جاتا ہوں انھوں نے حسب معمول اجازت دی پھر میں وہاں سے روانہ ہو کر بمقام کرتارپور آیا پھر دوسرے روز پا پیادہ چلکر امرتسر کے قریب آ پہونچا ابھی شہر دو تین میل کے فاصلہ پر تھا کہ رات ہوگئی اور سخت اندھیرا ہوگیا اور بوجہ تنہائی اور غیر معمولی تاریکی کے دلپر خوف اور حزن طاری ہوا اور دلمیں خیال آیا کہ فی الحال گھر واپس جانا قرین مصلحت ہے کیونکہ جب پہلی ہی اتنی تکلیف اور عزیزوں قریبوں سے جدائی اور مفارقت برداشت ہوگئی ہے تو پھر دوسری دفعہ زیادہ لمبا سفر اور اُسکے مشکلات کا سامنا کرسکوں گا اور خوردسالی کے خطرات بھی جاتے رہیں گے - انہی خیالات میں یکایک میری زبان پر زور سے القا ہوا کہ **"کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست"** اس جملہ سے میرے دل میں تقویت اور حوصلہ پیدا ہوگیا - اور یقین ہوگیا کہ وہ خدا جس کی خاطر میں نے یہ تکالیف اور صعوبتیں برداشت کیں اور اپنے والدین اور بھائیوں کو ایک ردی چیز کیطرح پھینک دیا - اگر وہ درحقیقت ہے اور اس جہان کا حقیقی خالق مالک ہے اور ہر ذرہ پر اُس کا قبضہ و تصرف ہے تو مجھے ہرگز ضائع نہیں ہونے دے گا وہ بڑا وفادار اور زبردست طاقتوں کا مالک ہے پھر کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ اس سے بے اعتنائی کرے جس نے اسکو ہر ایک شے پر ترجیح دیکر قبول کرلیا ہے اور اُسکی خاطر صدہا ہلاکتیں قبول و اختیار کرلی ہوں - وہ ہرگز مجھے نہیں چھوڑے گا خواہ بظاہر مصائب اور تکالیف کی گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی ہو - تھوڑی سی دیر کے بعد میں سڑک سے ایک طرف ہوکر تنگ و تاریک درختوں کے جھنڈ میں آ بسیرا کیا اور درندوں اور دیگر حشرات الارض سے ڈرتے ڈرتے وہ رات کاٹی تیسرے روز یہ عاجز بمقام لاہور پہونچا - لیکن کھانا کھانے کے بعد شہر سے دو تین میل باہر جاکر کیکر کے

کھیتوں میں آسویا۔ کیونکہ شہر میں کوئی واقف نہ تھا۔ غرض جسطرح یہ رات کاٹی اس کی کیفیت ہر ایک بطور خود ذہن میں لا سکتا ہے۔ کہ ایک کمزور اور ناواقف اور ناتجربہ کار لڑکے کو جنگل میں کن کن تکلیفوں اور حاجتوں اور خوف وحزن کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح مینے جوں توں کرکے چند مہینے کاٹے محض خدا کے فضل وکرم نے ہر ایک مصیبت اور تکلیف سے بچایا آخر کار ایک نہایت معمر مسلمان مسمی مستقیم کے ہاتھ پر یہ عاجز مشرف باسلام ہوا اور نماز وروزہ سے آگاہی ہوگئی بعد ازاں یہ عاجز بمقام گوجرانوالہ پہونچا۔ چند روز قیام کرنیکے بعد مولوی خدابخش صاحب جالندھری سے ملاقات ہوئی میں نے ہرچند اُن سے اپنی سکونت اور وطن کو چھپانا چاہا لیکن اُنھوں نے خود ہی کہدیا کہ تمھاری زبان سے معلوم ہوتا ہے کہ تم جالندھر کے گرد و نواح کے باشندہ ہو۔ آخر کار مجبوراً مجھے اپنا پورا پتا اور تمام سرگذشت سنانی پڑی۔ میں نے اخفاء حال اس لیے کیا تھا کہ مبادا میرے والدین کسی مسلمان کو طمع دیکر مجھے واپس کرانے کی کوشش کریں۔ انھوں نے مجھے بار بار یقین دلایا کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں کرسکتا کہ ایک ادنیٰ طمع سے ایک شخص جو اسلام میں داخل ہوا ہے اسکو پھر کفر کیطرف* واپس کراوے پھر وہ مجھے حضرت مولٰنا المحترم حکیم نورالدین صاحب عم فیضہٗ کے پاس لے گئے کچھ عرصہ کے بعد اُنھوں نے مجھے مدرسہ میں داخل کردیا اور خاکسار کی تعلیم دو سال کے وقفہ کے بعد پھر شروع ہوگئی۔ ادھر میں تعلیم پاتا تھا اُدھر میرے اصلی گھر میں زور شور سے رونا پٹنا جاری تھا جیسے ہندوؤں اور سکھوں میں کسی عزیز کے مرنے پر عام طور سے ہوا کرتا ہے۔ انھوں نے خیال کیا تھا کہ یا تو اس عاجز کو بھیڑیا اُٹھا کر لیگیا ہے یا کسی ندی نالے میں ڈوب کر مرگیا ہے۔ میری مادر مہربان کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ وہ بیچاری دیوانہ وار کلاس فیلوں کے گھروں میں پھرتی تھی اور میرے ہم مکتب لڑکوں کو طمع دیتی تھی تا کہ کسی سے میرا پتا لگے۔ لیکن کسیکو میری جائے رہائش سے مطلق اطلاع نہ تھی۔ مگر وہ بیچاری ممتا کی ماری ہر روز مدرسہ میں جاتی اور زار زار روتی اور جہاں میں بیٹھکر پڑھا کرتا تھا وہ غم کی ماری اُسجگہ کو اپنے لخت جگر سے خالی جگہ دیکھکر آہیں بھرکر اور کلیجہ دونوں ہاتھوں سے تھام کر رہجاتی تھی مگر کچھ نہ بنتا تھا۔ غرض اسیطرح محبت وممتا کی گرفتار رات دن رونے پیٹنے میں گذارتی تھی۔ اور قریب تھا کہ صدمات ہموم وغموم سے دماغ میں فتور آجاوے

* نوٹ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ مسیح کے حواری اس قدر غیرت ایمانی اور دنیا سے سرد مہری نہیں رکھتے تھے جتنی کہ آجکل ایک ادنیٰ مسلمان رکھتا ہے کیونکہ یہودا اسقریوطی حواری نے مسیح کو ۳۰ روپے لیکر گرفتار کرادیا تھا اور پطرس نے بوجہ خوف کے اُنہیں لعنت کی پس یہ دون ہمتی کا خاصہ مسیح کے حواریوں ہی میں مشاہدہ ہوا ہے کہ انھوں نے ادنیٰ ابتلا پر خود حفاظتی کے لیے نہ صرف اپنے پیر بھائیوں ہی سے نیش زنی کی بلکہ اپنے مرشد پر بھی ہاتھ صاف کیا اور اس فرمان پر کہ خدا محبت ہے خوب عمل کیا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے اپنے امام و مقتدا کی خاطر سینہ سپر ہو کر دشمنوں سے مقابلہ کیا اور بھیڑ بکری کی طرح ذبح ہو گئے۔ مگر طمانچے کھانے والوں نے یہانتک نوبت پہنچائی کہ مرشد کو طمانچے لگوائے اور اُسے بھیڑ بکری کیطرح ذرا سے لالچ پر ذبح کرا دینے کو دشمنوں کے سپرد کیا۔ سچ ہے کہ جیسی دھات ہوتی ہے ویسے ہی اُس سے اوزار بنتے ہیں۔ اور جیسی زمین ہوتی ہے ویسے ہی اُس سے پھول پھل اُبھرتے دکھلاتے ہیں۔ پس یہ محمدی اور عیسوی روحانی تعلیموں کی تاثیرات میں زمین و آسمان کا فرق اظہر من الشمس ہے۔ منہ

کہ میرا خط جا پہونچا جس میں یہ لکھا گیا تھا کہ آپ کسی طرح کا فکر اور اندیشہ نہ کریں میں خیریت سے ہوں مگر مسلمان ہو گیا ہوں ۔ اس خط خیریت نمط کے پہونچنے سے والدہ صاحبہ کی جان میں جان آگئی اور سال بھر کا دکھ درد جو رونے پیٹنے سے اُنھیں پہونچا تھا وہ سب خواب و خیال ہو گیا اور بڑی خوشی و شادمانی منائی گئی اور تمام رشتہ داروں کو جو دور نزدیک رہتے تھے کہلا بھیجا کہ مردہ پھر زندہ ہو گیا ہے اور اتنی خوشی و خرمی حاصل ہوئی کہ میرے مسلمان ہونے کے صدمہ کو بالکل محسوس و مشہود نہ کیا بلکہ سارا کنبہ جو تعداد میں اُنیس ۱۹ مرد اور عورتیں تھیں سب کے سب خوش ہو گئے ۔ مگر تیسرے چوتھے روز کے بعد یاد آیا کہ خط کو پھر دوبارہ پڑھکر معلوم کرو کہ یہ عاجز کہاں بود و باش رکھتا ہے لیکن اس عاجز نے ارادۃً اپنا پورا پتا تحریر نہ کیا تھا کیونکہ اسمیں مصلحت یہی تھی کہ کسی موزون موقعہ پر ملاقات کے لیے اُن کو اُتار چڑھاؤ دیکھ رہتی کریں تاکہ وہ جبر اور اکراہ سے اس عاجز کو تنگ نہ کر سکیں ۔ آخر کار دو سال کے بعد جناب مکرم مولوی خدا بخش صاحب کی معرفت ایک عہد نامہ ہوا جسکی رو سے یہ قرار پایا کہ اگر والدین کسی طرح اس عاجز کو کفر کی طرف واپس کرنے کے لیے مجبور نہ کرینگے اور جہاں چاہے اسکو رہنے کی اجازت دینگے اور جس مذہب میں رہنا پسند کرے اسمیں اسکو رہنے کی مخالفت نہ کرینگے تو یہ عاجز گھر والوں کی ملاقات کے لیے آ سکتا ہے ورنہ تمام عمر کسی رشتہ دار کو منہ دکھانے کا روادار نہ ہو گا ۔

پہلی ملاقات

جب یہ بات بحث و پز ہو چکی تو میں گھر آیا ۔ ابھی یہ عاجز گھر سے ڈیڑھ میل پر ہی تھا کہ جناب والدہ صاحبہ بوجہ کمال شفقت مادری کے وہیں مجھے ملنے کے لیے تشریف لائیں اور گلے لگا کر اس قدر روئیں کہ آنسوؤں سے اُن کا کرتہ تر ہو گیا اور میری آنکھوں سے بھی آنسو نکل پڑے اور میں نے کہا کہ اب تم کیوں روتی ہو جس کی تم خواہش کرتی تھی وہ آخر حاصل ہو گئی اب رونے سے کیا فائدہ مگر اس بات کا اُنپر کیا اثر ہو سکتا تھا ۔ آخر میں گھر پر گیا اور بھائی اور بہنیں رو رو کر ملیں یہ ایسا دردناک نظارہ تھا کہ اسکو یاد کر کے اب بھی دل میں درد پیدا ہو جاتا ہے اور چشم پر آب ہو جاتی ہیں اس ملاقات میں کوئی بحث اور مباحثہ پیش نہیں آیا صرف نرمی اور نیک اخلاق

کے ساتھ دوسروں کی معرفت مجھے کفر کی ترغیب دی گئی۔ آخر کار تیسرے روز میں گھر سے رخصت ہوا لیکن ماں کی عجیب محبت ہوتی ہے اور حیرت آتی ہے کہ والدہ صاحبہ مجھے رخصت کرنے کرنے پانچ کوس تک برابر ساتھ ساتھ چلی آئی اور نہ چاہتی تھی کہ رخصت ہو۔ آخر درد دل سے آہ کھینچکر مجھ سے رخصت ہوئی +

دوسری ملاقات

جب میں دوسری مرتبہ اپنے والدین اور دوسرے خویش و اقربا کو ملنے کی غرض سے گھر آیا تو گھر والوں کی حالت نفرت کیطرف مائل دیکھی اور ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ جسطرح ممکن ہوسکے اسکو دوبارہ شدھ کرنے کی کوشش کی جاوے چنانچہ بہت کچھ طمع دی گئی اور پنڈت وغیرہ بھی سمجھانے بجھانے کی غرض سے بلائے گئے تھے۔ چنانچہ ایک پنڈت صاحب نہایت نرمی اور محبت سے یوں سمجھانے لگے کہ ابھی تمھارا کچھ نقصان نہیں ہوا تم ہردوار میں جاکر اور گنگاجی کا اشنان کرکے دو چار روز کے اندر اپنے بھائی بندوں میں ملکر بیٹھ سکتے ہو تمنے مسلمان بنکر کیا لیا ہے میں نے کہا کہ میں تو پہلے ہی سے اپنے بھائیوں کے ساتھ ملکر بیٹھنا چاہتا ہوں یہ تو صرف آپ لوگوں کی طرف سے توقف اور دیر ہے۔ یا میرے بھائیوں کی غلطی اور سستی ہے کہ وہ اس امر کے لیے طیار نہیں۔ پنڈت جی نے کہا نہیں مہاراج میں ابھی باہم صلح اور رضامندی کرا دیتا ہوں۔ آپ تسلی رکھیں۔ میری اس نرمی پر پنڈت صاحب اور تمام رشتہ داروں کو بہت ہی اُمید بندھ گئی اور ہردوار جانے کی طیاریاں کرنے لگ پڑے جب خاکسار نے پنڈت جی سے کہا کہ مجھے پہلے بتلا دیا جاوے کہ جو کچھ ہردوار میں جاکر مجھسے کرانا ہے وہ مجھے یہیں بتلا دو تو پنڈت جی نے بعض فضول اور بیہودہ اور بے سروپا رسومات کا نام لیا اور بعض نے کہا کہ گئو موتر اور گوبر بھی کھلایا پلایا جاوے۔ میں نے ادب سے عرض کی کہ پنڈت جی مہاراج ان رسومات کی ادائیگی سے میری روح اور چال چلن پر کیا اثر پڑے گا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ مجھے کوئی روحانی یا جسمانی فائدہ ان رسموں کے ادا کرنے سے مترتب ہوسکے ہاں اگر درحقیقت اس میں خیر و برکت ہے تو چند روز آپ میرے سامنے مثلاً گئو متر پیکر دکھائیے اگر آپ کے چہرہ میں کچھ مزید رونق اور زندہ دلی

نمودار ہوئی یا کوئی اور باطنی فائدہ محسوس ہوا تو مجھے ہردوار جانے میں کوئی عذر نہیں۔ لیکن اگر پیشاب سے آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو کر یہ المنظر ہو گیا تو میں ایسے کام کو کرنے سے معذور ہوں ہاں اگر اس میں خیر و خوبی ہے تو آپ کو اس کام کے کرنے سے لیت و لعل نہیں کرنی چاہیئے۔ مگر افسوس کہ پنڈت جی نے اس کار خیر کے کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ میں نے کہا کہ جب آپ گندگی اور نجاست سے بھاگتے ہیں تو میں اسکو دیانت داری اور نیک نیتی نہیں سمجھتا کہ جس کام سے آپ کوسوں بھاگتے ہیں مجھے اُس کے کرنے پر مجبور کرتے ہیں مجھے اس میں سے شرارت کی بدبو آتی ہے مجھے آپ معاف رکھیں۔ کیا کبھی باوانانک صاحب نے بھی ایسے فعل کا ارتکاب کیا ہے؟ حالانکہ وہ ایسے پکے مسلمان تھے کہ مدت العمر مسلمان بزرگوں کی صحبت میں رہے اور سالہا سال اسلامی ممالک میں عمر بسر کی اور مکہ معظمہ کا حج بھی ادا کیا اور حیات محمد خان کی لڑکی سے انھوں نے نکاح کیا اور آجتک بخارا و خیوہ واقعہ ترکستان میں انکو کروڑوں آدمی باوانانک ہندی کہتے اور صالح اور پرہیزگار مسلمان یقین کرتے ہیں اور انھیں باوا ننو بھی کہتے ہیں۔ بھلا کبھی باوانانک صاحب نے اُن اسلامی ملکوں سے واپس آکر آپ جیسے پنڈتوں کے کہنے پر عمل کیا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ تو روضہ خواجہ عبدالشکور سلمی علیہ الرحمۃ پر سرسہ میں دیر تک چلہ کش رہے جہاں اب تک صدہا سکھ جاتے ہیں اور اُس مکان کو مٹھائیکتے ہیں اور نذر و نیاز چڑھاتے ہیں۔ پس پنڈت جی میں نے کوئی نیا مذہب اختیار نہیں کیا بلکہ باوانانک صاحب کا مذہب اختیار کیا ہے جسکو میرے بھائی بند اور دیگر رشتہ دار فراموش کر بیٹھے ہیں۔ میں تو چاہتا ہوں کہ میں اپنے بھائی بندوں سے مل بیٹھوں لیکن میں کیا کروں میرے خویش و اقربا اُن باتوں سے نفرت اور انکار کرتے ہیں جن کے باوانانک صاحب عاشق زار تھے وہ مدت العمر نماز روزہ حج زکوٰۃ اور دیگر شعائر اسلام کے پورے پابند اور پکے مسلمان تھے لیکن اس زمانہ میں سکھوں نے اُن سے مُنہ پھیر لیا ہے اور گورو گوبند سنگھ اور ان کے جانشینوں نے ان لوگوں سے بہت بُرا سلوک کیا کہ حضرت باوا صاحب کی تعلیم اور مذہب سے روگرداں کر دیا ہے +

انشاء اللہ تعالےٰ آگے چلکر اس امر پر کافی و وافی بحث کی جاوے گی کہ آیا باوانانک صاحب مسلمان تھے یا سکھ سردار تھے۔ اتنے میں ایک سردار صاحب بولے کہ بھائی اب بہت کچھ کہا گیا ہے اب بس کرو میرا دل بھی نرم ہوتا جاتا ہے ایسا نہ ہو کہ مجھے بھی مسلمان ہو کر اپنے بال بچوں سے الگ ہونا پڑے

میں نے کہا کہ یہ حق اور راستی ہے اس کا ضرور اثر ہوگا اگر تم حق کو قبول نہ کروگے تو ضرور ایکدن تمھاری اولاد اسلام قبول کرے گی اور دیوی دیوتاؤں کو ترک کریگی اور ہندوؤں کی صدہا مشرکانہ رسومات جو تم لوگوں نے ہندوؤں سے سیکھ لی ہیں سب کو ترک کر دیں گی۔ مگر بدقسمت ہو وہ قوم جو جس غرض کے لیے دنیا میں آئی چند روزہ زندگی سے پیار کرکے سکھ اور پرمیشر کو بھلا دیا اور نہ خود صراط مستقیم اختیار کیا اور نہ اپنی اولاد اور بیچیر عورتوں کو حق قبول کرنے دیا اور اپنے مذہب کے بانی مبانی باوا نانک کی تعلیم سے برملا انکار کیا +

سردار صاحب بیشک جو کچھہ آپ نے فرمایا وہ حق ہے یعنی باوا صاحب اکثر مسلمانوں کے ملکوں میں سیر و سیاحت کرتے رہے اور مکہ معظمہ بیں میں بھی گئے تھے اور اکثر مسلمان فقیر اور بزرگان دین کی صحبت میں فیضیاب ہوتے رہے تھے۔ مگر ہم کیا کریں گورو گوبند سنگہ صاحب بھی تو قابل اطاعت اور فرمانبرداری ہیں انھوں نے کیس سر پر رکھنے کا حکم دیا اور خالصہ مذہب کی بنیاد ڈالی مگر حق یہی ہے کہ ہمارے مذہب کے بانی مبانی تو درحقیقت باوا صاحب ہی ہیں لیکن گرو گوبند سنگہ صاحب نے ہماری قوم کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچایا ہے اسلیے ضرور ہے کہ ہم انکا نام بھی جپیں اور اُن کی تعظیم بھی کریں +

خاکسار۔ گورو گوبند صاحب کا آپ کی قوم پر کوئی احسان نہیں بلکہ انھوں نے ناحق تمکو مسلمانوں کی طرف سے بدظن کرکے بغاوت پر آمادہ کرکے آئے دن خونریزیاں کیں اور کرائیں اگر یہ صرف اس خیال سے واجب التعظیم و اطاعت ہیں کہ ایک نازک موقع پر آپ لوگوں کو تکلیف سے رہائی دلائی اس خیال پر تو ہر ایک محسن کا مذہب تمکو اختیار کرلینا چاہیے خصوصًا انگریزوں کا جنھوں نے اسقدر آرام اور راحت اور خیر کے سامان تمھارے لیے مہیا کردیے اور روزانہ خصومتوں کو یکسر مٹا دیا گرنتھ صاحب اور جنم ساکھیوں کو پڑھو تو معلوم ہوگا کہ باوا نانک صاحب نے کیا کیا تمکو سکھایا گورو گوبند نے تو تمپر بڑا ظلم کیا کہ تمکو اسلام سے دور پھینک دیا۔ ڈیرہ بابا نانک کی سمادھ میں جو باوا صاحب کا چولا اب تک موجود ہے باوا صاحب اُسپر لکھ گئے ہیں کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامْ یعنی سچا دھرم صرف اسلام ہے جو خدا کے ہاں قبول کیا جائے گا۔ اب بتاؤ کہ یہ کسقدر ظلم صریح اور مجنونانہ حرکت ہے کہ باوا صاحب کی وصیت پر تم عمل نہیں کرتے +

سردار صاحب اس میں شک نہیں کہ چولا صاحب باوا صاحب کو پرمیشر سے ملا تھا اور جو کچھ اُسپر لکھا ہوا ہے وہ قدرت کے اکھر (حروف) ہیں اور ہم لوگ پشت بہ پشت اسکو متھا ٹیکتے آئے ہیں اور جو کوئی اسکے آگے سر نہیں جھکاتا اُسے پاپی اور دُشٹ خیال کرتے ہیں لیکن آپ خوب جانتے ہیں کہ اگر ہم مسلمان ہو جاویں تو ہمیں پھر اپنے خویش و اقربا میں رہنا محال ہو جاوے گا اور کسیکو مُنہ دکھانے کے لائق نہ رہیں گے ✦

خاکسار - سردار صاحب! جس صورت میں آپکو بخوبی معلوم ہے کہ حضرت باوا نانک صاحب اپنی طرز زندگی اور آخری وصیت سے جو منواتر چار سو سال سے آپ لوگوں کے ہی پاس رہی اپنے تئیں مسلمان ثابت کر گئے ہیں تو پھر سخت نادانی اور بیوقوفی ہو گی کہ لوگوں کے ڈر سے پرمیشر اور باوا نانک کے احکام کو رد کیا جاوے - کیا پرمیشر اور باوا صاحب سے بہت ڈرنا چاہیے یا لوگوں سے -

ایک اور سردار صاحب نے کہا کہ چولہ صاحب میں کچھ اور لکھا ہوگا تم یونہی ہمکو دھوکا دے رہے ہو اسپر پہلے سردار صاحب نے کہا کہ نہیں بھائی اس سال گذشتہ میں جو چولا صاحب کے بارے میں بہت شور برپا ہوا تھا میں بھی وہاں جاکر دیکھ آیا تھا یہ سب حق بات ہے لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ باوا صاحب کس طرح سے مسلمانوں کی سی نماز پڑھتے ہوں گے ✦

اب مذکورہ بالا بیان سے صاف ثابت ہو گیا کہ ان لوگوں کو اسلام کی صداقت اور اپنے اصلی مذہب کی نسبت کس قدر یقین حاصل ہو گیا ہے لیکن دنیا ایسی غدار ہے کہ انسان دیکھتے ہوئے پھر نہیں دیکھتا اور سنتے ہوئے پھر نہیں سنتا - کیا یہ لوگ اب بھی کسی طرح اپنے تئیں سوائے مشرف باسلام ہونے کے مُنہ دکھانے کے لائق ہیں؟ آریوں کی تو اسی میں پردہ پوشی ہو جاتی ہے کہ انھوں نے وید کا مُنہ نہ خود دیکھا اور نہ دوسروں کو دیکھنے دیا اگر یورپ کے محقق فلاسفروں نے اسکے ترجمے کرکے دنیا کو اس کی ماہیت و حقیقت سے آگاہی دی تو پھر یہ کہدیتے ہیں کہ یہ ترجمے غلط ہیں - گو ایسے عذر کوئی بھی نہیں سنتا مگر تاہم ان کے مُنہ پر ایکبات چڑھ گئی ہے جس سے وہ اپنی پردہ پوشی کر لیتے ہیں لیکن سکھ صاحبان کے پاس اب کوئی عذر نہیں - اگر چند سال پہلے کوئی مالوہ کا سکھ چور اس چولہ صاحب کو چرا لیجاتا تو اور بات تھی لیکن اب تو اس کا چرانا بھی محال ہو گیا اور راز نہانی افشا ہو گیا - بہر حال ان لوگوں سے بار بار پوچھنا چاہئے کہ کیا تم دنیا میں

ہمیشہ رہو گے اور تمھارے شریک اور رشتہ دار جن سے ڈر کر تم باوا صاحب کے مخالف ہو گئے ہو وہ تمھارے ساتھ جاویں گے۔ آجکل پنجاب میں طاعون سے لوگ کتوں اور چیونٹیوں کیطرح مرتے ہیں اور صدہا گاؤں برباد ہو کر نابود ہو گئے اور ہزاروں بچے اور نوجوان اپنے گھر والوں کی ہلاکت کے بعد طاعون اور پیاس سے دردناک عذاب میں مبتلا ہو کر دنیا سے اس حال میں گذر گئے کہ اُن کو کوئی پانی تک دینے والا نہ تھا حتیٰ کہ بعض مقامات پر ننھا بچہ اپنی مردہ ماں کا دودھ پیتا ہوا دیکھا گیا آخر وہ بھی بھوکھ اور پیاس سے موت کا شکار ہو گیا مگر اس بربادی بخش طاعون میں کسی نے کسیکا ساتھ نہ دیا یہانتک کہ بعض قریب رشتہ داروں نے اپنے عزیز بچوں کو دوا اور پانی دینے سے مُنہ چرایا۔ اب بتلاؤ کہ یہ غیر معمولی ہلاکت جو اس سرزمین میں اب ہو رہی ہے کیا یہ پرمیشر کی طرف سے مخلوق پر ظلم ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ ان لوگوں کی بدبختی اور نافرمانی کا نتیجہ ہے جسے یہ بھگت رہے ہیں۔ خدا کو عذاب دینے سے کیا فائدہ وہ لوگ جو اپنے رشتہ داروں اور شریکوں سے اسقدر ڈرتے ہیں کہ پرمیشر سے اس کا دسواں حصہ بھی نہیں ڈرتے۔ کیا وہ اس قابل نہیں کہ وہ کتوں اور چوہوں کی طرح ہلاک ہوں اور کوئی اُن کا پرساں حال نہ ہو میرے خیال میں آتا ہے کہ ہر ایک سکھ جو باوا صاحب کی وصیّت پر عمل نہیں کرتا وہ ضرور اس قابل ہے کہ اُس کا گھر برباد ہو جاوے اور ہر ایک عزیز شے جس کی خاطر باوا صاحب جیسے خدا پرست و خدا رسیدہ انسان اور پرمیشر جیسے محسن و مالک کو ناراض کر کے فائدہ اور سرور اُٹھانا چاہتا ہے وہ اُس کے لیے دکھ اور مصیبت کا باعث ہو **شعر** میاد دل آں فرومایہ شاد + کہ از بہر دنیا دہد دیں بباد +

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مجھے اپنے بھائی صاحب کی ملاقات کے لیے راولپنڈی جانیکا اتفاق ہوا جہاں وہ فوج میں ملازم تھے شام کے قریب جب فوج کی حاضری ہونے لگی تھی اسوقت مجھے بھائی صاحب نے ایک سکھ میجر صاحب سے ملاقات کرائی اُن سے یہ باتیں ہوئیں +

میجر صاحب تم نے بہت غلطی کی کہ اپنے پاک دھرم کو ترک کیا اور بھرشٹ اور پاپی بن گئے +

خاکسار۔ میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ آپ فرما دیجیے کہ کون سے اعمال بد آپ مجھمیں پاتے ہیں اور وہ کونسی خوبیاں ہیں جو آپ میں ہیں اور مجھمیں نہیں ہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ ہمارے سکھ بھائیوں کا اندرونی حال کیا ہے اور شراب اور زنا اور دیگر قبیح اعمال میں وہ کہانتک پھنسے ہوئے ہیں +

میجر صاحب۔ آپ نے غلطی یہ کی ہے کہ جہاں پرمیشر نے آپ کو گھڑا کیا تھا اور جہاں آپکو رہنا چاہیے تھا وہاں نہ رہے۔ آپ نے اپنے مذہب کے تبدیل کرنے میں گویا پرمیشر کی غلطی نکالی ہے یعنی جو کچھہ پرمیشر نے کیا ہے اسطرح نہیں ہونا چاہیے تھا بلکہ جسطرح آپ نے کیا ہے اسطرح ہونا قرین مصلحت تھا +

خاکسار۔ اگر اپنی حالت کو سنوارنے میں پرمیشر کی غلطی ثابت ہو جاتی ہے تو پھر کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس نے اپنی حالت کو تبدیل نہ کیا ہو اور پرمیشر کی غلطی نہ نکالی ہو +

میجر صاحب۔ میں نے اپنے باپ دادا کا مذہب بحال رکھا ہے اور جہاں تھا وہیں ابتک ہوں اور کوئی غلطی پرمیشر کی نہیں نکالی +

خاکسار۔ آپ نے تو بہت غلطیاں نکالی ہیں۔ مثلاً جب آپ پیدا ہوے تھے آپ کے بدن پر کوئی وردی اور زیب وزینت کے سامان نہ تھے۔ اب آپ نے اسحالت کو بہت سا تبدیل کر دیا ہے اور پرمیشر کی غلطی نکالی علاوہ ازیں آپ کو چاہیے تھا کہ بھوسہ الگ کر کے آرد گندم طیار نہ کراتے اور نہ روٹیاں پکواتے کیونکہ اس میں پرمیشر کی غلطی ثابت ہو جاویگی کیا پرمیشر درختوں کے ساتھہ روٹیاں پیدا کرنیکو بھول گیا تھا؟ اگر آپ کے خیال کے موافق تمام عورتیں جسطرح وہ برہنہ پیدا ہوئی تھیں اسیطرح وہ ننگی پھریں اور مرد بھی علیٰ ہذا القیاس اپنی پہلی حالت کو اختیار کرلیں تو عجیب تماشا ہو۔ چونکہ سردار صاحب ایک معزز عہدہ پر سرفراز تھے اور ان کے ماتحت افسر اُسوقت موجود تھے اور بہت سے سپاہی بھی ان باتوں کے سُننے کے لیے آئے تھے سردار صاحب کو بہت سی خفت اُٹھانی پڑی۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان کے لیے پرمیشر نے مختلف حالتیں رکھی ہیں ایک وقت میں اُسے ماں کا دودھ پیکر گذارہ کرنا پڑتا ہے دوسرے وقت اسکو اور قسم کی تقتیں یا ملبس غذا کی ضرورت ہوتی ہے اسلیے بمقتضای وقت ہر موسم میں اپنی غذا اور لباس کو تبدیل کرنے میں اور اپنے غلط خیال اور غلط مذہب کے ترک و تبدیل کرنے میں ذرہ بھر بھی لیت ولعل نہیں کرنی چاہیے آخر معاملہ بعد از موت پرمیشر سے پڑیگا یہ دنیا اور والدین اور بھائی بند کسی کے ساتھہ نہ جاوینگے ہر ایک اپنے کیے کا ذمہ وار ہوگا +

اس کے بعد میںنے اُن سپاہیوں اور افسروں سے جو میری طرف دیکھکر افسوس کرتے تھے مخاطب ہوکر کہا کہ بھائیو! میں نے کوئی نیا مذہب قبول نہیں کیا بلکہ میں نے تو وہی قدیمی مذہب قبول

کیا ہے جسکو باوا نانک صاحب نے مکہ اور دیگر بلاد اسلام میں جاکر قبول کیا تھا۔ اگر کسیکو شک ہو تو ڈیرہ بابا نانک میں اُن کی سمادھ پر جو چولا صاحب ہی اُسپر باوا صاحب کی وصیت پڑھ لے کہ اسمیں صاف طور سے لکھا ہے کہ اسلام برحق ہے اور باقی سب مذاہب جھوٹھ ہیں۔ بعض نے تعجب کیا اور ماننے میں نہ آتے تھے اور کہا کہ ہم خود جاکر تحقیقات کرینگے اور پھر اس کا جواب دینگے مگر کسی نے اس امر کی تحقیق کرکے ہمیں اطلاع نہ دی اور نہ حق قبول کیا اب ہم کسطرح سمجھیں کہ یہ لوگ سچے سکھ اور گرو کے صادق چیلے ہیں۔ صدہا کوسوں تک روپیہ کمانے کے لیے جاتی ہیں اور جان کو خطرہ میں ڈالکر خوفناک دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہیں مگر حق بینی اور حق کے قبول کرنے میں انکو ایسی موت نظر آتی ہے کہ الامان +

بہت عرصہ نہیں ہوا کہ یہ عاجز بھیرہ ضلع شاہ پور میں تعلیم پاتا تھا اور ہمارے اُستاد ایک عیسائی صاحب تھے وہ اکثر لڑکوں کو کسی نہ کسی پیرایہ میں مذہبی تعلیم بھی دیتے تھے ایک دفعہ اُنھوں نے لڑکوں سے مخاطب ہوکر کہا کہ مسلمان ہمیشہ تا دم مرگ خدا سے یہی دعا مانگتے رہتے ہیں کہ یا الٰہی سلامتی ایمان اور خاتمہ بالخیر ہو اس سے معلوم ہوا کہ انھیں کامل ایمان نصیب نہیں ہوتا اور اسیوجہ سے خاتمہ بالخیر کے بارہ میں انھیں دھڑکا لگا رہتا ہے۔ مگر ہم لوگوں کو ایسے خطرات بالکل نہیں ہوتے کیونکہ ہم تو کفارہ مسیح پر ایمان لے آتے ہیں اس لیئے کوئی خدشہ اور خوف در بارہ خاتمہ بالخیر ہمارے دلمیں نہیں رہتا۔ اس اعتراض کے جواب میں سب لڑکے لاجواب ہوگئے اُنھوں نے مجھسے کہا کہ تم ہی اس کا جواب دو کیونکہ حضرت مرزا صاحب کے مریدوں سے شیطان بھاگتا ہے۔ آخر کار خدا کے محض فضل سے میرے دل میں یہ جواب آیا کہ صاحب! کیا آپ کو اپنے ایمان کے کامل ہونے کا یقین ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ انجیل مصنفہ لوقا میں لکھا ہے کہ مسیح اپنے شاگردوں کو مخاطب ہوکر فرماتے ہیں کہ اگر تم میں ایک رتی کی برابر بھی ایمان ہوتو تم اگر اس توت کے درخت کو حکم دو کہ دریا میں چلا جاوے تو وہ تمھاری مانے گا اور انجیل مرقس میں لکھا ہے کہ اگر تم میں رتی کے برابر ایمان ہوگا تو تمھارے اشارہ سے پہاڑ حرکت کرینگے اور زہر کے پیالے تم پی لو تو زہر تمھیں اثر نہ کرے گی اور اگر سانپ تمھیں ڈسیں تو تمھیں کوئی گزند نہ پہونچے گا۔ پس جس صورت میں ایک ادنیٰ عیسائی کے ایماندار ہونے کی یہ علامتیں ہیں کہ وہ ایک رتی

بھر ایمان کی برکت اور تاثیر سے ایسے معجزے کر سکے گا پھر آپ جیسے کامل ایماندار تو ضرور اس سامنے کے درخت کو اکھاڑ کر پھینک دینگے یا کوئی اور قابل قدر کرامت دکھا کر ہمیں اپنے ایماندار ہونے کا ثبوت دینگے اس جواب پر وہ نہایت شرمندہ ہو گئے۔ آخر جب بار بار لڑکوں نے انھیں مجبور کیا کہ آپ ضرور جواب دیں تو انھوں نے نہایت دبی زبان سے کہا کہ ہم ایمان کے حصول کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ ابھی آپ یہ کہہ رہے تھے کہ ہمیں کامل ایمان حاصل ہو گیا ہے اور کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہا اب ایک رتی بھر ایمان کے لیے کوشش کرنے کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر سفید ریش ہونے تک بھی کوشش کرنے سے آپکو رتی بھر ایمان نصیب نہ ہو تو اب کہاں اُمید ہو سکتی ہے کہ کامل ایمان حاصل ہو جاوے میں تو جانتا ہوں کہ پنجاب بھر میں کوئی رتی بھر ایمان والا عیسائی خواہ وہ سیاہ ہو یا سفید ہرگز نہ پایا جاوے گا۔ بعد میں انھوں نے کہا کہ اچھا اب جانے دو سبق پڑھو۔ میں نے کہا کہ اب سبق کا مزہ نہیں رہا کیونکہ ہمیں اور فکر دامنگیر ہو رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی ہم سے پوچھے گا کہ تم کس سے پڑھکر آئے ہو تو ہمیں مجبوراً یہی جواب دینا ہو گا کہ ہم ایسے اُستاد سے پڑھے ہیں جو تو تیر بے ایمان تھے اسپر تمام لڑکے جو کلاس میں موجود تھے سب قہقہہ مار کر ہنس پڑے اور میں نے کہا صاحب جی! ہم لوگوں کے ایماندار ہونیکی علامت یہ ہے کہ پنج ارکان اسلام کا پابند ہونا، اور شرک اور فسق و فجور سے بکلی متنفر اور کنارہ کش ہونا اور شفقت علیٰ خلق اللہ و تعظیم لامر اللہ کا مصداق ہونا چاہیئے سو ایسے اسلام میں ہزاروں ہیں اور وہ مزید ترقی اور شیطانی دستبرد سے محفوظ رہنے کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ مگر آپ لوگوں میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں کہ رتی بھر ایمان رکھتا ہو گویا سارے بے ایمان ہیں۔

اسی مقام پر مجھے بازار میں ایک مدرس پنڈت سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا جس کا خلاصہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں اُمید ہے کہ یہ گفتگو دلچسپی سے خالی نہ ہو گی +

پنڈت صاحب نے کہا کہ کیا تم لوگ گوشت کھانا جائز سمجھتے ہو۔ اگر جائز سمجھتے ہو تو کیا یہ بیرحمی نہیں کہ اپنی جان کی خاطر صدہا بیگناہ جانیں تلف کی جاویں +

خاکسار۔ جہانتک دنیا میں دیکھا گیا اور تجربہ اور تاریخ نے پتا دیا یہی معلوم ہوا کہ دنیا میں ہر ایک چیز جو خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہے وہ سب انسان کے لیے جو اشرف المخلوقات ہے کسی نہ کسی کام میں مفید ثابت ہوئی ہے حتیٰ کہ نجاست اور سانپ اور چوہے وغیرہ بھی کئی انسانی مطالب کے بہم پہونچانیکے لیئے

پیدا ہوئے ہیں۔ یعنی جس صورت میں ادنیٰ ترین مخلوقات انسانی ضروریات اور حاجات کے لیئے
ازبس ضروری ہیں تو یہ گمان کرنا کہ بکری۔ مرغی۔ تیتر۔ بٹیر۔ مرغابی۔ گائے۔ بیل وغیرہ بیفائدہ اور
لغو پیدا کیے گئے ہیں۔ یہ ایک بیہودہ اور غلط خیال ہے۔ پس وہ پاکذات اور خالق کائنات جسنے
اپنی حکمت کاملہ سے بعض درختوں کو کانٹے لگائے ہیں اور وہ جو سردیوں میں درختوں سے پتے اتار
لیتا ہے اور عین حاجت اور ضرورت کے وقت گرمیوں میں درختوں کو پتوں سے بھرا ہوا سایہ دار
بنا دیتا ہے اُس نے اپنی حکمت کاملہ اور قدرت تامہ سے ان تمام جانوروں کو صرف انسانی خوراک
کے لیے پیدا کیا ہے پس اس خداداد نعمت سے محروم رہنا نادانی ہے نہ کہ دانائی۔ ہاں اگر کوئی یہ
کہے کہ اس سے جیا گھات (بیرحمی) ہوتی ہے لہذا ان خداداد نعمتوں سے محروم ہونا پسند کرتا ہے تو
بہتر ہے کہ پانی پینا اور سانس لینا بھی ترک کر دے اور اپنی جان پر کھیل جاوے کیونکہ ہزاروں کیڑے
پانی کے ایک قطرہ پینے سے اور سانس لینے سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی کے زخم میں کیڑے
پڑ جاویں تو غالباً اُن کی پرورش کرنا ماسیبوں کا اصول اصلی ہوگا۔ مگر یہ ساری باتیں کہنے کی ہیں
عمل کی نہ پوچھو +

ایک اور دلیل جو گوشت خوری کے جواز میں پیش کی گئی ہے یہ ہے کہ دنیا میں ہر ایک چیز اسقدر ترقی کرنا
چاہتی ہے کہ باقی تمام جانوروں کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیتی اور پاؤں رکھنے کی گنجائش
نہ ہوتی۔ اگر پرمیشر ایک خاص حد تک اُن کی تعداد کو کم نہ کرتا۔ مثلاً اگر بڑ کے سارے بیج محفوظ
رہتے اور تلیر طوطے انکو تلف نہ کرتے تو چند سال تک دنیا میں بڑوں کے سوا کوئی درخت ہی نظر نہ آتا
اسی طرح بھیڑ بکری کی تعداد کو کم اور محدود کرنے کے لیے ان پر انسان کو مسلط کر دیا ہے۔ جس
طرح جنگلوں میں قدرت نے شیر چیتے وغیرہ گوشت خوار مخلوق بنائی ہے اور اسمیں وہ درندے
ادنیٰ حیوانات کا شکار کرنے میں گناہ گار نہیں کیونکہ قدرت نے ان کی غذا صرف گوشت ہی قرار دی
اسیطرح خدا تعالیٰ نے شہروں میں بھی ایک قوم (انسان) کو گوشت خوار پیدا کیا تاکہ جنگلوں اور
شہروں میں اعتدال یکساں قائم رہے +

تیسری دلیل یہ ہے کہ انسانوں کے دانتوں کی خاص بناوٹ یہ ظاہر کر رہی ہے کہ ان سے گوشت
کھایا جاوے اور گوشت کے ٹکڑے ہڈی سے جدا کیے جاویں کیونکہ انسان کے اگلے دانت روٹی کے

کاٹنے کے لیے پیدا نہیں کیے گئے۔ اسی طرح شکاری جانوروں کے ناخن دار پنجے اور ان کے دانتوں اور خمدار پنجوں کی خاص بناوٹ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صانع عالم کا خاص منشا اور ارادہ یہی ہے کہ گوشت کھایا جاوے۔ پس جس علیم وحکیم پرمیشر نے منطقہ حارّہ کے گرم ملکوں میں کثرت سے درخت پیدا کیے ہیں اور منطقہ باردہ میں کسی خاص فائدہ اور حکمت سے بڑے بڑے سایہ دار درخت پیدا نہیں کیے اُس نے اپنی کمال دانائی اور حکمت سے گوشت خوار اور غیر گوشت خوار حیوانات میں اور ان کے اعضا میں خاص فرق اور تمیز رکھدی ہے اور اپنے فعل اور نیچر سے ظاہر کر دیا ہے کہ فلاں اوزار گوشت خواری میں مستعمل ہونے چاہییں۔ اور قاعدہ ہے کہ جو لوگ اپنے آقا کے فرمودہ کے بموجب ہتھیاروں کا مناسب اور برمحل استعمال کرتے ہیں وہ منظفر ومنصور ہوتے رہتے ہیں اور جو اُن سے کام نہیں لیتے وہ مقابلہ کے وقت بہت نقصان اُٹھاتے اور بودا پن دکھلاتے ہیں چنانچہ بیسیوں دفعہ گوشت خور قوموں نے آریہ ورت پر حملہ کیا اور ان وہم پرست آریہ کو ناکامی کا مزہ چکھایا۔ دل کے اندھے ٹھوکر پر ٹھوکر کھا کر اب بھی نہیں سنبھلتے۔ حالانکہ شاہان اسلام اور اہل انگلستان گوشت خوار ہیں اور ہمیشہ آریوں پر فتحمند ہوتے رہے ہیں ✻ پھر بھی ماسی آریوں کے کان نہیں کھلتے۔ یاد رہے کہ اول اول جو آریوں نے ہندوستان کو فتح کیا اور اصلی باشندوں کو مغلوب کرکے پہاڑوں اور جنگلوں میں بھگا دیا تھا وہ آریہ بھی گوشت خوار تھے وید سے یہ امر بداہت تام ظاہر ہوتا ہے۔

خیر یہ اُن لوگوں کی داستانیں اور حالات ہیں جنھوں نے دنیا میں ملک گیری کی اور حکومت وسلطنت آریہ ورت میں قائم کر گئے تھے مگر آج کل کے آریوں کو اس امر سے کیا واسطہ یہ تو ایک چڑیا کے مارنیکے بھی روادار نہیں ہوتے خواہ کوئی ویدان کے سر پر کھڑا ہو کر پڑا دُھائی دے اور آریہ ورت کا ناک میں

✻ نوٹ ہماری یہ مراد نہیں کہ صرف گوشت خوری ہی ملک گیری کا ذریعہ ہے بلکہ اتحاد قومی بھی بڑا ذریعہ ہے لیکن شجاعت۔ تہوّر۔ حوصلہ کے لیے گوشت ایک لابدی لوازمات سے ہے چنانچہ قانون قدرت اور روزکا مشاہدہ ظاہر کر رہا ہے کہ جنگل میں جو گوشت خور جانور قدرت نے بنائے ہیں مثلاً شیر چیتہ باز جُرّہ شکرہ وغیرہ وہ قوت وشجاعت میں گوشت نہ کھانے والے جانوروں سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں وجہ یہ کہ شیر جنگل میں چارپایوں کا بادشاہ کہلاتا ہے ✢ منہ

دم آجائے۔ ان میں اگر بہت جوش اور حب الوطنی موجزن ہو تو صرف اتنا ہوگا کہ نہایت گندے اور بدبودار الفاظ میں کسی کو گالیاں دیکر دل کو ٹھنڈا کر لیں گے اور اسی میں فتح کا نقارہ بجائینگے مگر دیانندی منتھ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہرنوں وغیرہ کو مارنا اور بیسیوں روپے کی کستوری مردہ کے ساتھ جلانے کو حاصل کرنا لازمی اور از بس ضروری ہے ایسا ہی پچھتر روپے کا روغن زرد مردہ کے ساتھ جلانا بھی فرض ہے۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش مصنفہ دیانند۔ صفحہ ۶۲۸

علاوہ ازیں گوشت انسان کا طبعی اور قدرتی کھانا ہے جو انسان ابتدا سے کھانا شروع کرتا ہے چنانچہ شکم مادر میں بھی جو خون کھاتا ہے وہ بھی درحقیقت بحالت رقیق گوشت ہوتا ہے۔ پس جو لوگ اپنے طبعی طعام کو ترک کر کے گھاس اور درختوں کے پتوں پر گذارہ کرنے لگجاتے ہیں وہ دوسروں کی نسبت جو خداداد نعمتوں کو مناسب طور سے استعمال کرتے ہیں بہت کمزور اور ضعیف الخلقت نسل چھوڑ جاتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ جب سے آریوں نے اسلام کی مخالفت میں گوشت ترک کر دیا ہے تب سے یہ لوگ اقوام غیر کے قبضۂ تصرف میں چلے آتے ہیں اور حمیت اور عقد ہمت و حوصلہ و علو ہمت ان سے مفقود ہو گیا ہے۔ اکثر پنڈت اور برہمن گوشت سے سخت نفرت کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ پنڈت اور عام برہمنوں کو گورنمنٹ فوج میں بھرتی نہیں کرتی کیونکہ یہ لوگ پرلے درجہ کے بزدل اور نامرد ہوتے ہیں +

واضح ہو کہ گوشت نہ کھانے سے جس قدر نقصان شرفا اور خاندانی لوگونکو اٹھانے پڑتے ہیں وہ بیشمار ہیں۔ چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ ہندوؤں میں متبنٰے بنانے کی رسم جو چلی آتی ہے یہ بھی اسی غلطی کا بد نتیجہ ہے۔ انسان اپنے ہاتھوں سے دوسرے کو چند روپیہ مفت دینا امر محال سمجھتا ہے لیکن دوسرے کی اولاد نرینہ کو اپنا بیٹا قرار دیکر اپنی تمام عمر کا سارا کا سارا اندوختہ اسکے حوالہ کر دیتا ہے یہ سب نقصان دراصل گوشت کو ترک کر دینے کا دیا ہوا ہے۔ اور جو لوگ گوشت کا استعمال کرتے ہیں وہ بہت کم بلکہ شاذ و نادر بے اولاد رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس بدکار جھوٹھ سے نفرت کی کہ دوسرے کے بیٹے کو اپنا بیٹا قرار دیا جاوے اور لاکھوں روپے کی جائیدادیں اسکے حوالہ کی جاویں جنہیں اُس کا کوئی حق نہیں۔ دوسرے کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنانا محض جھوٹھ ہے اور یہی وجہ ہے کہ آریوں کو نیوگ کی ضرورت پڑی ہے۔ دراصل یہ لوگ پکے دنیا پرست ہیں کسیکو

پیسہ دینا نہیں چاہتے اس لیے یہ لوگ نیوگ کے ذریعہ سے اپنے آشناؤں اور دوستوں سے اپنی بیوی کو
کا منہ کالا کرا کر اولاد لیتے ہیں - مگر پھر بھی اولاد اپنی نہیں ہو سکتی کیونکہ جس کا نطفہ ہے اسکی
خو بو رگ و ریشہ میں بچہ کے نمودار ہوں گی ✱ تاریخ میں نہایت غور اور فکر سے دیکھا گیا ہی کہ ہند میں

✱ حاشیہ بہت سی زبردست ریاستیں جو اہل ہنود کے لیے باعث فخر اور عزت تھیں لاولد راجاؤں کے ہاتھ
سے جاتی رہیں اور کروڑوں روپیوں کی جائداد اور وسائل منفعت غیروں کی نذر ہو گئی ہیں
مثلاً ریاست ناگپور واقعہ ممالک متوسط جس کا راجہ لاولد رہ کر سنہ ۱۸۵۳ء میں انتقال کر گیا تھا
انگریزی علاقہ میں شامل ہو گئی - اسی طرح ریاست میسور جو جنوبی ہند میں زبردست ریاست
ہے اس کا راجہ لاولد ہو کر گذر گیا اور اپنی بے بہا ملک و دولت کو بصد حسرت و افسوس غیروں
کے سپرد کر کے راہی ملک بقا ہوا - اسی طرح اور بھی کئی راجگان ہند لاولد ہونے کے دکھ کا
شکار ہو کر دنیا سے گذر گئے جن کے ذکر کی اس جگہ گنجایش نہیں - مگر بقول آریہ سماج اُن کا
انجام بخیر نہیں ہوا کیونکہ وہ بے اولاد رہکر دوزخی و پاپی ہوے - مگر اسی طرح ہم یہ بھی اعتراض
کر سکتے ہیں کہ پنڈت لیکھرام جی کو بھی مکتی و نجات حاصل نہیں ہوئی کیونکہ اُسکی اولاد چھوٹی عمر
میں مر گئی آریوں کے پرمیشر پر بہت ہی افسوس آتا ہے کہ اُسکو بھی اُس نے لڑکا دیکر آتش
دوزخ سے نہ بچایا جس نے مذہب کے لیے اپنی زندگی کو وقف کر دیا حتیٰ کہ اپنی جان تک سے
بھی فرق نہ کیا یعنی دھرم کی خاطر بلیدان (شہید) ہو گیا اگر ایسے صادق و فادار آریہ کو
مکتی نصیب نہیں تو دوسروں کا کیا حال جنھوں نے دھرم کے لیے لیکھرام سے عشر عشیر بھی دکھ
درد نہیں اُٹھایا - پس مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ یا تو نہایت ہی سرگرم اور پکے آریہ
کو مکتی (نجات) نصیب نہیں جیسے کہ لیکھرام کو نصیب نہیں ہوتی کیونکہ وہ بے اولاد رہا
اور اس دار فانی سے بحسرت و یاس رہگرائے عالم جاودانی ہو گیا یا مکتی کے لیے اولاد کا
ہونا غیر ضروری ہے اور بقول تمھارے جو شرط حصول مکتی کے لیے قرار دی ہے وہ سراسر غلط
اور بے بنیاد اور بے اثر ہے + منہ

کوئی مسلمان نواب ایسا نہیں گذرا جس کی ریاست اس لیے سرکاری علاقہ میں الحاق ہوگئی ہو کہ اُس کا کوئی وارث نہیں رہا۔ مگر اہل ہنود کیطرف دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ کئی راجاؤں مثلاً راجگان ستارہ جھانسی ناگپور۔ میسور کو اپنا ملک و دولت اپنی زندگی کے بعد سرکار انگریزی کے حوالہ کرنا پڑا یا کسی غیر کے سپرد کرنا پڑا کیونکہ اُن کے کوئی اولاد نہ تھی جو تخت و تاج کی وارث ہوتی اس لیے بہت معزز لوگ اور راجگان ہند کروڑوں روپیوں کی جائدادیں یونہی رائگاں کھو دیتے ہیں جن میں سے اپنی حین حیات میں ایک روپیہ دینا باعث تکلیف سمجھتے ہیں۔ اگر یہ لوگ گوشت کو استعمال کرتے رہتے تو انھیں لاولد رہ کر اپنی ساری عمر کے اندوختہ مال کو غیروں کے سپرد نہ کرنا پڑتا اور نہ نیوگ کی بیہودہ رسم کے ذریعہ سے اپنی پیاری بیویوں کو دس گیاراں مشٹنڈوں کے حوالہ کر کے اپنی عزت کو خاک میں نہ رلانا پڑتا غرض جو خفتیں اور نقصان اس رسم سے آریوں کو برداشت کرنے پڑتے ہیں اور اصل خاوندوں کو Temporary عارضی خاوندوں یعنی بیرج داتاؤں کے مابین خصومتیں اور رنجشیں باعث تکلیف ہوتی ہیں انکی تفصیل کی اسجگہ گنجایش نہیں آیندہ اس مضمون پر بحث ہوگی انشاءاللہ تعالےٰ +

ہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اولاد کے بغیر آریوں کی نجات نہیں جیسے کہ منوجی لکھتے ہیں مگر یہ بھی بیہودہ خیال ہے۔ کیا کسی کے اختیار میں ہے کہ وہ زبردستی اور جفاکشی سے اولاد حاصل کرے اگر ایسا ہونا ممکن تھا تو سب سے پہلے وہ لوگ ضرور کوشش کرتے جنھوں نے لاکھوں روپیوں کی جائداد اور ریاستیں پیدا کیں مگر اپنے بعد کوئی صلبی جانشین ایسا نہ چھوڑا جو اُن کی کریا کرم کرتا اور نرک (دوزخ) سے اُنھیں نجات دیتا۔ آخری وقت میں وہ بستر مرگ پر صد ہا حسرتیں ساتھ لیکر اس جہان فانی سے گذر گئے۔ مگر کوئی لڑکا پیدا نہ ہوسکا جس سے اُنکی مکتی وابستہ تھی۔ بیٹے کو سنسکرت میں پُتر کہتے ہیں جس کے معنے دوزخ سے چھڑانے والے کے ہیں یعنی جو تناسخ کے چکر سے رہائی دیکر سرگ میں پہنچاتا ہے وہ بیٹا ہے۔ بعض لوگ محض کور باطنی یا تعصب سے اندھے ہو کر یہ بیان کرتے ہیں کہ گوشت خور لوگ زیادہ بیرحم اور سنگدل ہوتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ محض دھوکا اور بے سمجھی ہے۔ علم تاریخ اور روز کے مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ برعکس ہے کیونکہ آریہ لوگوں نے بقول ان کے جو گوشت نہیں کھاتے تھے ہند کے اصل باشندوں کو مار کر ملک سے نکالدیا یا انکو ہمیشہ کے لیے غلام بنالیا

اور تمام ملک اور جائداد ان سے چھین لی گئیں اور خود بخود ملک گیری کی طمع میں یہ دست پا لوگوں پر آپڑے اور اُن کا نام و نشان مٹا دیا لیکن اہل اسلام نے ایسا نہیں کیا بلکہ جب بار بار راجہ جیپال اور اننند پال اور دوسرے ہندوستان کے راجاؤں نے افغانستان پر چڑھائیاں کیں تو پھر وہ بیچارے اپنے سرد مقامات کو چھوڑ کر اس گرم ملک میں اُنکی سزا دہی کے لیے آئے۔ اور یہی مناسب سمجھا کہ ان شورہ پُشت لوگوں کو اپنے ماتحت رکھیں ورنہ ہمیشہ باعث تکلیف اور حرج ہونگے۔ زمانہ اسلام سے پہلے ہندوستان کے راجاؤں میں جس قدر باہم خونریزیاں ہوتی رہتی تھیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کیسے رحیم اور نرم دل تھے۔ آج کل بھی اگر ریلوے سٹیشنوں پر بعض ہندو بابوؤں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ مسافروں سے اسطرح سے درندگی کے ساتھ پیش آتے ہیں جسطرح قصاب بکری اور بھیڑ سے سلوک کرتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ امر قابل غور ہے کہ اکبر بادشاہ نے ہندوؤں سے وہ سلوک کیے ہیں کہ آریوں نے اپنے موہوم اور نامعلوم کروڑوں برس میں کسی غیر قوم سے ایسا کبھی نہیں کیا۔ چنانچہ اس رحیم کریم بادشاہ نے راجہ بھگوان داس کو امیر الامرا اور راجہ مان سنگھ کو کمانڈر انچیف افواج مغلیہ کے عہدہ پر سرفراز کیا ہوا تھا + جس کے ماتحت تمام معزز مسلمان سردار تھے +

اسی طرح آریوں کا یہ کہنا بھی غلط اور سفید جھوٹھ ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے کیونکہ صلح اور آشتی سے کوئی کسی کی بات مان بھی جاتا ہے مگر سختی اور درشتی سے ضد میں آکر صدہا ہلاکتیں اور ذلتیں اپنے اوپر قبول کر لیتا ہے مگر دوسرے کی بات نہیں مانتا۔ آریہ ورت کو جو تکلیف اہل اسلام سے پہنچی ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ محمود بادشاہ نے سومنات اور متھرا اور کوٹ کانگڑہ کے بتخانے اُجاڑ دیے اور بت پرستی سے نکالکر توحید کیطرف رہنمائی کی اور اورنگ زیب نے بنارس میں ایک عظیم الشان بتخانہ توڑ کر مسجد بنوائی تا اسجگہ جہاں بیجان پتھروں کی پرارتھنا اور اُپاسنا ہوتی تھی وہاں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی توحید کا پھریرہ بلند ہو اگر یہ کام بُرے ہیں تو ہمیں بتلانا چاہیے کہ آریہ ورت میں سوائے توحید کے اور کونسی بات شایاں تھی۔ آج کل کے نکتہ چیں آریوں کی یہی خراب عادت ہے کہ دوسرے کے نیک کاموں کو بھی جائے اعتراض ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خود بُت پرستی اور مورتی پوجا کے دشمن ہیں لیکن پھر بھی اپنے حامیوں (محمود وغیرہ) جنکے عشر عشیر

تک بھی نہیں پہونچے باوجود دوسروں کی نکتہ چینی کرنے کو طیار ہیں لیکن گھر کا حال نامعلوم۔ قصہ کوتاہ گوشت کا کھانا یا نہ کھانا اسلام لانے کے لیے مستلزم نہیں اور ایسا نہیں کہ جو گوشت نہ کھائے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا بلکہ جس کی مرضی ہو کھاوے۔ صرف کھانے پینے سے انسان مسلمان نہیں بن سکتا۔ بلکہ اسلام اور چیز ہے جس کی کسی قدر حقیقت ہدیۂ ناظرین ہے +

حقیقتِ اسلام

پیشتر اس کے کہ ہم حقیقت اسلام بیان کریں اس قدر بیان کرنا ضروری ہے کہ انسان کی پیدایش کی علت غائی کیا ہے۔ سو جاننا چاہیے کہ دنیا میں لاکھوں بلکہ کروڑوں جانور پائے جاتے ہیں اور وہ طرح طرح کے قویٰ اور استعدادیں رکھتے ہیں۔ لیکن کوئی جانور بھی اپنی پیدایش کی علت غائی اور کمال کو نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ کسی خاص تعلیم اور تربیت سے سدھایا نہ جاوے۔ مثلاً گھوڑا جو نہایت خوبصورت اور مفید جانور ہے جب تک کوچوان اُسکو گھسے میں نہ لگائے اور طرح طرح کی تربیت اُسے نہ دے اور اسکی عادات طبعیہ و بہیمیہ کو تادب سے بہرہ ور نہ کرے اُسوقت تک اسکی خوبصورتی تیز رفتاری اور چستی و چالاکی سب عبث جاتی ہے اور اس لیے وہ ہمارے واسطے چنداں مفید نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح دوسرے حیوانات کا حال ہے کہ جب تک ضروری تعلیم اور تربیت کے نیچے لاکر اُن کی طاقتوں اور قویٰ کو افراط تفریط سے بچا کر قابو میں نہ لایا جاوے اُسوقت وہ جانور اور اشیا اپنے کمال اور علت غائی کو نہیں پہنچ سکتیں جن کے لیے صانع عالم نے انھیں پیدا کیا ہے۔ پس اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ جس صورت میں ادنیٰ ترین مخلوق بھی اپنے آقا کی کسی خاص غرض کو پورا کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہے اس لیے ضرور ہے کہ انسان جو بہ لحاظ اشرف المخلوقات ہونے کے صدہا قویٰ اور طاقتوں کے ساتھ اس دنیا میں پیدا ہوا ہے وہ بھی خاص غرض اور علت غائی کے لیے اس جہان میں بود و باش رکھتا ہے۔ سو جسطرح ایک گھوڑا تربیت پذیر ہونے یا نہ ہونے کی صورت میں مفید یا ضرر رساں بلکہ مہلک حیوان بنجاتا ہے اسی طرح اگر انسان کی تربیت اور تعلیم کو باقاعدہ سرانجام کیا جاوے۔ تو یہ نہ صرف ایک مہذب اور مدنی الطبع مخلوق

بنجاتا ہے بلکہ دنیا کے ہزار ہا فردِ بشر کے لیے ہر دو روحانی اور جسمانی پہلو سے چشمۂ فیض و رحمت بن جاتا ہے۔ اور اپنے مالک حقیقی رب العالمین سے مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف حاصل کر کے دنیا میں اعلیٰ سے اعلیٰ طبقہ کے انسانوں میں داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اس جانور کے قویٰ اور طاقتیں مناسب طور سے تختۂ مشق نہ ہوں بلکہ وہ جنگلی بہائم کیطرح شتر بے مہار ہے تو دوسرے جنگلی درندوں کی طرح آزادانہ زندگی بسر کر کے بدترین خلائق سے ہو جاتا ہے اور اسکے پاس بیٹھنا ہر ایک پہلو سے خطرہ اور نقصان کا باعث ٹھیرتا ہے پس جسطرح اور جانوروں کی تربیت اور تعلیم ازبس ضروری ہوتی ہے اسی طرح اس اشرف المخلوقات کی تعلیم روحانی بطریق اولیٰ لابدی ہے اس تعلیم کو دنیا میں مذہب کی تعلیم کہا جاتا ہے اور اسی کے لیے ہمیشہ سے ہر مذہب و ملت کے افراد نے بقدر امکان کوشش کی ہے +

اسی تعلیم کے اعتبار سے جس کا اوپر بیان ہو چکا ہے دنیا کو ایک سکول یا مدرسہ کہنا بجا ہوگا اور اسمیں رہنے والے طالب علم ہیں۔ پس جسطرح ہر ایک سکول میں لائق مدرس کا ہونا ازبس ضروری ہے اسی طرح عالمگیر سکول میں بھی ہر صدی اور ہر زمانہ میں کسی کامل رہبر اور پیغمبر کی اشد ضرورت محسوس ہوتی رہی ہے اور قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک قوم میں کوئی نہ کوئی نذیر اور رسول ضرور آتا رہا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا کے لوگ جنگلی جانوروں کی طرح خورونوش اور طبعی تقاضوں کے پورا کرنے کے سوا اور کوئی قابل قدر بزرگی اور فوقیت حاصل نہ کر سکتے۔ ہم بالفاظ دیگر بحیثیت مجموعی یوں کہہ سکتے ہیں کہ ابتدا روزگار میں دنیا کا باہم تعلق ایسا نہ تھا جیسا کہ اب ہے اس لیے حسب ضرورت اور مقدرت انھیں ابنیائے کے ذریعہ سے ہدایت ناموں سے بہرہ ور کیا اور کرتا رہا ہے حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تمام ملکوں کے تعلق ایکدوسرے سے وابستہ ہو گئے اور کامل ہدایت نامہ تمام دنیا کے لیے یک لخت دینا ضروری ہوا۔ جسطرح علوم و فنون ایک چالیس سالہ مرد کے لیے بمنزلہ خوراک کے ہو جاتے ہیں سو ان کمالات کی کتابیں اور صنعتیں اور ان کی ترقی اور تربیت بچہ کے لیے ہرگز جائز نہیں پس جب اللہ تعالیٰ نے ۶۱۰ء میں دنیا کو اسکے تمام قویٰ اور دور دور کے ملکوں کے باہم تعلقات میں جوان پایا تو اس قادر کریم نے مہربان باپ کیطرح دنیا کا آسمان سے نکاح کر دیا یعنی دنیا کو بوجہ بعثت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

روحانی کمالات اور فیوض و برکات سے مالامال کر دیا۔* پھر اسی حالت میں دنیا کو نہیں چھوڑ دیا بلکہ مثل سابق بعد ازاں جب جب بچہ کی طرح دنیا بیمار ہوئی اور کھانسی نزلہ یا اور مرض وبائی نے زور کیا تب تب اُس ذات پاک نے مہربان باپ کی طرح الہام اور وحی سے طرح طرح کی بدعات اور گمراہیوں سے دنیا کو شفا بخشے اور ہمیشہ اُس کا یہی قاعدہ رہا اور یہی رہے گا۔ الہام اور کشوف کا دروازہ نہ کبھی بند ہوا اور نہ ہو سکتا ہے اور نہ کبھی بند ہوگا کیونکہ دنیا اکثر انسان کے بچہ کی طرح بیمار ہو جایا کرتی ہے اس قانون قدرت کو دیکھکر تعجب اور انکار نہیں کرنا چاہیے اسمیں کوئی ظلم اور ناانصافی نہیں ہے بلکہ ظلم تو اُن لوگوں پر ہے جنھوں نے مذہب اور پرمیشر پر اپنی جانیں نثر بان کرنی قبول کر لیں مگر جس کی خاطر یہ صعوبتیں اور درد دکھ سہے جاتے ہیں وہ ماں یا ہوں تک نہ کرے۔ رشیوں پر جو پرمیشر نے ویدوں کا پرکاش کیا انھوں نے کونسا عمل کیا جس کی پاداش میں ان کو پرمیشر کے مکالمہ کا شرف حاصل نہ ہوا اور باقی مخلوقات نے کونسا بُرا عمل کیا جس کے بدلے وہ پرمیشر سے مردود اور مہجور ہو گئے۔ حق اور انصاف یہی ہے کہ جسطرح بچہ کی ابتدا میں خبر گیری کی جاتی ہے اسی طرح اُسکی عافیت کے لیے سامان ہر لحظہ اور ہر آن میں مہیا ہوں۔ ورنہ ناگہانی مرض سے بچہ جانبر نہ ہو سکے گا اسی طرح رفتہ رفتہ ترقی کرنے والی دنیا کا حال ہے اگر یکدفعہ زمانہ سلف کے اجڑ اکھڑ آریوں کے سر پر وید کا انبار رکھدیا تو بیشک یہ ظلم ہوا کہ بجائے قاعدہ کے پہلے ہی ایک ضخیم کتاب اُن کے لیے گلے کا ہار ہو گئی اور قوم کو ایسا پیس ڈالا کہ ابد الآباد سے محکوم اور مملوک اور غلام (ہندو) قرار پا گئی اور قومی نشو و نما کی طاقتیں سلب ہو کر رہ گئیں گویا پرمیشر نے غلطی سے ایسا کیا کہ سنار کی ٹک ٹک اور لوہار کی ایک (دھم) +

مگر ہم اپنے اصلی مطلب کیطرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ انسان اپنے کمال اور علت غائی کو نہیں پہونچ سکتا تاوقتیکہ اُس کا نشو و نما اسکے خالق مالک اور آقا کی ہدایات کے موافق نہ ہو کیونکہ انسان بذات خود تو اتنا کمزور اور ناتوان ہے کہ یہ اپنی غور و فکر سے کام لیکر اپنے ہم جنس فرد بشر کی رضا حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ خود اپنی مرضیات اور خواہشات کو بتلا نہ دے سو جس صورت

---

*حاشیہ۔ آریوں کو اسموقعہ پر خوب یاد رکھنا چاہیے کہ دنیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے الہامی کتب اور

ہیں کمزور انسان اپنے جیسے کو راضی نہیں کرسکتا تو وہ ذات پاک جو وراء الوراہے جسکو اُس نے
نہ خود کبھی دیکھا ہے اور نہ کبھی اُسکی رضا اور غضب کی راہوں سے کوئی اطلاع ہوئی ہے اسکو خود بخود

بقیہ حاشیہ اور انبیاء سے محروم اور بے نصیب نہیں رہی قرآن شریف سے پہلے بھی دنیا کو توراۃ اور انجیل اور
ہزاروں صحف مطہرہ اور ہدایت نامے عطا ہوتے رہے ہیں مگر وہ عالمگیر مذہب نہ تھے مہذب
لوگوں کی بود و باش جو دور دور واقع تھی اور وہ تہذیب اور علم میں ایکدوسرے سے بہت فرق رکھتے
تھے اور آجکل کیطرح شرق و غرب کے باشندے ایک ہی وید سے گیان حاصل کرکے اُسکے متحمل نہیں
ہوسکتے تھے جس کی ماہیت اور کیفیت اور تراجم کو آج بھی شرق و غرب کے علما فضلا سمجھہ نہیں سکے
اس لیے انصاف اور حکمت یہی میں تھی کہ اس مدرسہ (دنیا) کی مختلف شاخوں میں اول اول
صرف قاعدہ توحید کا ہی پڑھایا جاتا اور وید شریف کا بوجھل اور کمر شکن پستک معصوم بچے کی
کمر پر رکھنا ایسا ہی صریح ظلم اور کھلی حماقت تھی جسطرح قاعدہ پڑھنے کے لائق اور کبتیا (؟) بچی کو ایک
ضخیم علمی کتاب کے پڑھنے پر مجبور کرنا نادانی محض ہے اگر تھوڑا تھوڑا کرکے وید کا پرکاش ہوتا
تو وید کے پرکاش میں پرمیشر دیالو اور کرپالو علمند ٹھہرتا مگر ابتو نیم حکیم خطرہ جان کا معاملہ درپیش ہے
کیونکہ یکدفعہ چاروں ویدوں کے پرکاش سے بدہضمی ہوگئی اور پہلی حالت جاتی رہی - غالباً
یہی وجہ ہوئی ہے کہ جسطرح گدھے کے بچہ پر طاقت سے زیادہ بوجھ لادا جاوے تو وہ اپنے کمال
کو نہیں پہونچتا بلکہ پستہ قد کر بصورت حیوان بنجاتا ہے اسی طرح آریوں پر بھی ظلم ہوا ہے کہ شروع
میں ہی بیچاروں پر بوجھ لادا گیا کہ بجائے ایک سیر کے ایک من بوجھ انپر رکھدیا - پس کسی بچہ کا اس
طرح شکایت کرنا کہ مجھپر صریح ظلم ہے کہ مجکو بی اے کلاس کے لائق پروفیسروں سے تعلیم
نہیں دلائیجاتی اور نہ شیکسپیر کے دراما اور ملٹن کے افسانے سکھائے جاتے ہیں اور نہ سائنس
کی باریک موشگافیوں اور دقیق مسائل سے آگاہ کیا جاتا ہے پس ایسے نادان مورکھ کی ایک
نہ سننی چاہیے اسکو اگر جبراً اور قہراً پہلی جماعت میں قاعدہ پڑھنے کے لیے مجبور کیا جاوے
تو حقیقی رحم کو جس کا وہ مستحق بڑا ہوکر آپ پائے گا ۔ منہ

اپنی منگھڑت تجویزوں اور خود تراشیدہ کاموں سے کسطرح راضی کرسکتا ہے۔ پس سوچنا چاہیے
کہ مندرجہ بالا بیان سے صرف برہموؤں کے اصول کی بیخکنی مراد نہیں جو اپنے لیے کانشنس یا
ضمیر قلب کو کامل رہبر گمان کرتے ہیں بلکہ ساتھ ساتھ آریوں کے لیئے بھی تنبیہ ہے جنھوں نے نہ کبھی
وید پڑھا اور نہ کبھی سُنا۔ دیانند کے مقلدوں کو پورا آریہ ہم اس لیے نہیں مانتے کہ اول تو وہ
اس کے ستیارتھ پرکاش کی معمولی ہدایات دربارہ شادی و مرگ اور طریق معاشرت پر عملدرآمد نہیں
کرتے اور دوسرے یہ کہ چاروں ویدوں کے اچار (اوامر) اور ناچار (نواہی) پر انکو اطلاع نہیں
ہوئی کیونکہ ان کے تراجم بھی نہیں ہوئے تھے کہ دیانند ادھورا کام چھوڑ کر دنیا سے بصد
حسرت و افسوس چل بسا۔ اسی بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ اور آیندہ نسلوں کے آریوں کو
ایسی حالت میں چھوڑ گیا کہ نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔ اسکی وجہ یہ کہ تعلیم کامل نہیں ملی دیانند نے
تمام ویدوں کا پنتھ ہدیہ ناظرین نہیں کیا اور نہ مخنث وغیرہ (نامرد) کے بیاہ اور شادی کے پورے
قاعدے درج کیے جسکو ہم آگے چلکر بتشریح تمام لکھیں گے ان شاء اللہ تعالے مگر اسجگہ ہمارا مقصد
اعلیٰ یہ ہے کہ اسلام جسکو راقم نے اختیار کیا اُس کی تفصیل بقدر امکان ہدیہ ناظرین کریں اور وہ یہ ہے
کہ **اسلام** کے یہ معنی ہیں کہ انسان اپنی تمام طاقتوں اور اپنے تمام قویٰ کو خدا کے سپرد کر دے
اور اُس کا مرنا اور جینا اور کھانا اور پینا اور تکالیف شاقہ اور مصائب شدیدہ کا برداشت کرنا
صرف اسلیے ہو کہ کسی پہلو سے اُس کا جلال ظاہر ہو جاوے اور ہر حرکت و سکون صرف اس لیے ہو
کہ اُس کا خالق مالک راضی ہو جاوے اور رنج میں راحت میں عسر میں یسر میں رضا بقضا کا معاملہ ہو
اور کسی خوفناک حالت میں بھی صدق و وفا ہاتھ سے نہ دے۔ اور عقل۔ عفت۔ شجاعت۔ عدل۔
رحم۔ صدق۔ وفا۔ صبر۔ استقامت۔ شکر۔ محبت۔ سخاوت۔ ہمت۔ ایثار۔ حیا۔ خشوع۔
خضوع۔ فہم۔ فراست۔ فصاحت۔ بلاغت۔ عداوت۔ علم الیقین۔ عین الیقین۔ سمع۔ بصر
وغیرہ وغیرہ کو مناسب موقع اور عین محل پر استعمال کر کے باریتعالیٰ کا جلال ظاہر کرے گویا ان طاقتوں
کو اپنی انانیت اور خودی میں آکر استعمال نہ کرے بلکہ اس کا ہر ایک مندرجہ بالا قوت سے کام لینا صرف
خدا تعالےٰ ہی کے لیے ہو۔ اور اپنی نفسانیت اور ذاتی منفعت کو للٰہیت پر قربان کر دے یا بالفاظ
دیگر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسان اپنے تئیں اور اپنے تمام ارادوں اور خواہشوں کو خدا کے ارادوں

اور خواہشوں پر قربان کر دے۔ اگر یہ کسی خبیث سے عداوت رکھتا ہے تو صرف اسلیے کہ ایسا شخص اپنی طاقتوں کو بیجا اور نامناسب مواقع پر استعمال کرتا ہے۔ اگر یہ کسی ظالم سے جنگ کرتا ہے تو صرف اس لیے کہ اس ظالم کی بوجہ ظالمانہ دست درازی کی سرکوبی کر کے اُس کی قوت رحم کو بحال کرے اور خلق خدا کو اس سے امان دے۔ اگر خوفناک وقتوں میں اپنی جان پر کھیل جاتا ہے تو صرف اس لیے کہ اسکے مرنے سے خدا تعالےٰ کی عزت و شوکت اور دین کا بول بالا ہو۔ ایسا نہ ہو کہ اپنی ذاتی بڑائی یا ناموری یا کسی اور نفسانی اغراض کے لیے سر کٹوائے غرض مخلوق کی بھلائی اور خداتعالےٰ کی کبریائی کے اظہار کیخاطر اگر اسکے مال وجان اور عزت و شرف پر بھی آبنے تو یہ ان سب چیزوں کو خس و خاشاک کی طرح ردی سمجھکر اپنی تمام عزیز چیزوں کو حتی کہ اپنے پیارے والدین اور بھائی بہنوں اور دیگر خویش و اقربا کو قربان کر دے مگر حق بات کا انکار نہ کرے اور خدا سے ہر حالت میں صدق و وفا رکھے۔ ایسا ہوا کرتا ہے کہ اکثر دل کے کچے لوگ اپنی ناکامیوں اور مالی نقصانوں کے وقت خدا سے وہ محبت اور وفا نہیں رکھتے جو اپنی آسودگی اور کامیابی اور فرخندہ حالی رکھتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے صرف اپنی من مانی خواہشیں اور ذاتی منفعتیں ہی خدا ہوتی ہیں اور حقیقی خدا سے حجاب میں ہوتے ہیں چنانچہ جب ان کے ارادوں میں ناکامی ہوتی ہے تو وہ پھر باطل اور لوگوں کے بیجا رعب اور مال و جان اور دیگر اشیاء کی منفعتوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور خدا کے اوامر و نواہی کی پروا نہیں کرتے اور جہاں استقامت۔ صبر اور ایمان سے کام لینا چاہیے تھا وہاں ایسا کرنے سے چوک جاتے ہیں +

پس جب انسان اپنا کچھ بھی نہیں رکھتا بلکہ اپنا غصہ بھی جگہ ظاہر کرتا ہے جہاں اس کے غصہ سے کسی بدی اور خدا کی خفگی کے سامان دور ہوتے ہوں اور اس کی ساری خوشیاں اسی امر پر موقوف ہوں کہ کسی طرح خدا کی سلطنت دنیا میں بحال ہو جاوے یعنی اس امر میں کہ انسان خدا کے اوامر پر عملدرآمد کرے اور نواہی سے پرہیز کرے۔ اور اپنی ہر ایک قسم کی انانیت اور خودی محبت الٰہی میں بھسم ہو جاوے تو پھر ایسے مسلمان پر ایک ایسی حالت آتی ہے کہ دنیا سے منقطع ہو کر اُسپر ایک موت آجاتی ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو خدا پر قربان کر چکتا ہے پھر اس قربانی سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے یعنی عالم سفلی سے منقطع ہو کر اُس کی روح عالم علوی کی طرف پرواز کرتی ہے اور اپنے حقیقی رب کریم سے ایسی محبت ہو جاتی ہے کہ کوئی دنیاوی

نقصان اور رنج اور حزن اس کی ترقی کا مانع نہیں ہو سکتا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اسکے صدق و وفا کو دیکھتا ہے تو آسمان کی طرف سے ایک محبت الٰہی کی آگ اُسپر نازل ہوتی ہے پھر وہ انسان گویا دوبارہ مر کر جیتا ہے۔ پھر اُس کی تمام آلائشیں اور کدورتیں جناب الٰہی اپنے ہاتھ سے دھوڈالتا ہے اور اُسکے سینہ کو فراخ کردیتا ہے۔ پھر اس عظیم الشان تبدیلی کے بعد وہ وہ نہیں رہتا جو پہلے تھا اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ اور اس کا رنج خدا کا رنج ہو جاتا ہے اور اس کا دشمن خدا کا دشمن ٹھیرتا ہے ایسے شخص سے مقابلہ کرنا گویا خدا سے مقابلہ کرنا ہوتا ہے کیونکہ اس کے ارادے اور افعال و اقوال خدا کے ارادوں اور افعال و اقوال کے ظل اور سایہ ہوتے ہیں۔ ان میں اس کی کوئی نفسانیت اور ذاتی غرض نہیں ہوتی اسوجہ سے اُس میں اور خدا میں جو پردے اور حجاب حائل ہوتے ہیں وہ دور ہو جاتے ہیں پھر وہ ہر ایک کام اسطرح کرتا ہے گویا وہ حقیقی مربی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اور دنیا داروں اور بادشاہوں کے رعب اسکو کسی کام کے کرنے سے نہیں روک سکتے خدا کی ہستی اور اُس کی شوکت قدرت اور زبردست طاقتیں اس کے دلپر مستولی ہوتی ہیں اسلیے بادشاہوں اور دیگر عمائد کو نظر میں نہیں لاسکتا کیونکہ جس کا کوئی بادشاہ دوست اور مددگار ہوگا پھر وہ چوکیداروں کو کیوں نظر میں لانے لگا اسی طرح کوئی معصیت اور شرارت اُس سے ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اُسکو کسی فعل شنیع کا ارتکاب کرنا ایسا ہی محال ہو جاتا ہے جسطرح ایک ادنیٰ ملازم کسی حاکم اعلیٰ کے حضور میں کوئی بے ایمانی نہیں کرسکتا۔ لیکن ایسی حالت نصیب نہیں ہو سکتی جبتک کہ انسان اپنی طاقتوں اور مختلف قواء کو جن کا اوپر نام لیا گیا ہے حتی الامکان خدا کی اطاعت میں لگا کر آیندہ ترقی کے لیے دعائیں نہ کرے۔ کیونکہ دنیا میں قانون قدرت اسی طرح جاری ہے کہ جب تک ہم اپنے تمام زور کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کرکے آئندہ ترقی کے خواہاں نہ ہوں بلکہ ایکطرح کا استغنا اُس سے ظاہر کریں تو ممکن نہیں کہ آئندہ ترقی دیتا ہو۔ جب ہم اپنے آقا کے کام کو بخوبی سرانجام دینگے تو لامحالہ وہ ہمسے یوں کہے گا کہ تم اس طرح کی عرضی لکھکر ہمارے ہاں پیش کرو تو وہ منظور کی جاوے گی اسیطرح اللہ جل شانہ نے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ میں اشارہ فرمایا ہے پس اسطرح بار بار

دعا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے الہام اور وحی کا سلسلہ شروع ہو جاوے گا اور دوستانہ طرح سے ہموم و غموم کے وقت تسلی اور طمانینت حاصل ہو گی اور تائیدات الٰہیہ سے وہ بابرکت ہو گا
اسکو خدا کے الہام اور وحی کے شرف سے ایسی خوشی ہوتی ہے اور سرور سے سینہ اسطرح بھر جاتا ہے کہ کوئی نعمت اس نعمت کا ہم پلہ نہیں ٹھیر سکتی۔ جس کسیکو مطالعہ اور مخاطبہ الہیہ کا شرف حاصل ہے وہی اسکے سرور اور روحانیت کی قدر اور شناخت کرسکتا ہے۔ الہام ہونیکے بعد جو سرور اور لذت ہوتی ہے اس حالت سرور کو بیان کرنا الفاظ میں نہیں آسکتا۔ در اصل کسی لذت کو انسان بیان نہیں کرسکتا خواہ وہ جسمانی ہو یا روحانی یہی وجہ ہے کہ انبیاء و رسل اور اُن کی اتباع کرنے والوں نے حق کے قبول کرنے اور اس پر استقامت رکھنے میں اپنے صدق اور وفا کو اس حد تک پہنچایا ہے کہ انھوں نے اپنے اوپر ہزاروں موتوں اور ہلاکتوں کو قبول کرلیا اور خویش و اقربا کو زندہ در گور سمجھ لیا مگر اس ایمان اور سرور سے جدائی اور انکار ہرگز قبول نہیں کیا میں اسبات کو بیان کرنے سے شرم نہیں کرتا بلکہ تحدیث بالنعمت کے طور پر اقرار کرتا ہوں کہ محض خدا کے فضل و کرم سے بارہا مجھے بھی الہام ہوا اور اُس ذات پاک کی آواز سنائی دی جو زمین و آسمان کا خالق ہے۔ میں اپنے کانوں سے اور روحانی قویٰ سے الہامات اور مکاشفات کو آزما چکا ہوں اس لیے مجھے الہام وغیرہ سے انکار کرنا ایسا ہے جیسا کہ اپنے تئیں آگ میں ڈالنا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ درحقیقت جب انسان اپنا آپ خدا کے لیے قربان کردے تو تعجب مت کرو کہ اس سے خدا کا مکالمہ اور مخاطبہ ہوتا ہے بلکہ تعجب اس میں ہے کہ اگر ایسی بھاری قربانی اور تبدیلی کے بعد بھی خدا کی آواز نہ سنائی دے اور عجیب کرشمۂ قدرت اس سے ظہور پذیر نہ ہو۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ لوگ مذہب کے بارے میں کیونکر لاکھوں روپے اور اپنے عمر عزیز قربان کرسکتے ہیں جب تک کہ درگاہ الٰہی سے جواب نہ آوے۔ درحقیقت وہ پرمیشر نہیں بلکہ پتھر اور بیجان گوسالہ ہے جو اپنے پرستاروں کو جواب دینے سے عاری یا عاجز ہو۔ اس میں اس کا کیا بگڑتا ہے اگر وہ اپنے پرستار کو تسلی دیدے۔ اسلام یہ نہیں سکھاتا کہ کروڑوں برس ہوے کہ پرمیشر بول چکا اور الہام سے فارغ ہو بیٹھا اور اب اسکی ضرورت نہیں رہی۔ اگر اب اس کی ضرورت نہیں تو پھر کیوں نئی نئی بدعتیں اور گمراہیاں لوگوں کے دلوں پر غلبہ پارہی ہیں۔ سو جاننا چاہیے کہ تمام زمانہ

ایک ہی طرح کا نہیں ہوتا ہے ہر ایک زمانہ میں یا ہر موسم میں طرح طرح کی ضرورتیں اور حاجتیں
اور موسمی بیماریاں بنی آدم کو پیش آتی ہیں اس لیے ضرور ہے کہ ہر زمانہ کے مرض کے لیے مناسب دوا
اور تریاق طیار رہو اور کوئی نمونہ بطور انجن کے لوگوں کو آسمان کی طرف کھینچے - بیشک قرآن
شریف کامل ہدایت نامہ ہے اس کے احکام میں کوئی نسخ اور فسخ نہیں وہ احکام اٹل ہیں مگر کسی ایسے
حکیم کی ہمیشہ ضرورت ہوتی ہے کہ مرض زمانہ کو شناخت کر کے مناسب حال دوا ئی خانہ سے نکالکر لوگوں
کو دے جس سے بگڑی ہوئی دنیا پھر رو باصلاح ہو - بعثت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت
شیطان جلالی رنگ میں برسرکارزار تھا سو اُسوقت قرآن کی جلالی تعلیم نے اپنا رنگ دکھایا اور
ناحق تلوار اُٹھانے والوں کو تلوار سے کاٹا گیا اور اب ہمارے زمانہ میں دجّال نے جمالی رنگ میں بذریعہ
تحریر اپنا زہر اُگلا ہے سو اسوقت قرآن جمالی رنگ کی تعلیم کا نسخہ تجویز کرتا ہے - پس ہر زمانہ کے
لیے کوئی روحانی ڈاکٹر ضرور ہونا چاہیئے تا درست اور مناسب نسخہ موسمی بحران کے لیے اکسیر کا
حکم رکھے مگر افسوس ہے کہ لوگ اس نیچرل اصول سے گھبراتے ہیں اور اسلام کے سوا دوسرے تمام
مذاہب خدا کے تازہ بتازہ الہام اور زندہ تعلق سے انکاری ہیں اور کہتے ہیں کہ فرمانبردار بزرگ
اور نافرماں دشٹوں سے خدا کا معاملہ فی زمانہ یکساں ہے ہر ایک سے رب العالمین نے تیوری چڑھائی
ہوئی ہے خواہ ایک اپنے دھرم کے لیے بلیدان ہو جاوے اور دوسرا تمام زور کے ساتھ اسکے اور اسکے
پرمیشر کا علانیہ مقابلہ کرے مگر بقول ان کے بدکار اور نیکوکار ایک ہی رسّی میں باندھے جاتے
ہیں ایکطرف حق پرست اور پاپی لہو لہان ہو رہے ہیں مگر وہ گو سالہ کسی کی یاری نہیں کرتا
حیف ہے ایسے گم سم مردہ پرمیشور پر دنیا میں بہت سے مذہب اپنی عمر پا کر نابود ہو گئے اور بہت سے
نابود ہو رہے ہیں - ایک وقت ایسا تھا کہ فیوض و برکات الٰہیہ اور عنایات متکاثرہ ابتدا میں
اُن مذہب کے پابندوں کے شامل حال تھیں مگر رفتہ رفتہ جب وہ صراط مستقیم سے بھٹک گئے
وہ شرف انعامات اُن سے مفقود ہو گئے - چنانچہ ایک وقت عیسائی لوگ ایسے باکرامت گمان
کیے جاتے تھے کہ ایک رتی بھر ایمان والے عیسائی بھی پہاڑوں اور درختوں کو اشارہ سے چلا
سکتے تھے دیکھو متی باب ۱۷ آیت ۲۰ لیکن اب وہ رتی بھر ایمان بھی اُنسے دور ہو گیا اور اسی وجہ سے کرامت
بھی اُن سے مفقود ہو گئی - اسی طرح ہندوؤں کا حال ہے اور نیز دوسرے مذہب والوں کا کہ ابتدا

میں ان کے ساتھ خدا کا زندہ تعلق یعنی مکالمہ الٰہیہ اور تزکیہ نفس اور کثرت سے دعاؤں کا قبول ہونا اور وہ تمام برکات اور انعامات جو انبیا اور خدا کے نیک بندوں پر بارش کیطرح برستے ہیں ان کے ساتھ تھے لیکن زمانہ حال میں اسلام کے سوا سب مذاہب اُن بے بہا انعامات سے محروم ہو کر شاخ بے برگ و بید بے ثمر ہو گئے ہیں۔ اس دردناک حالت پر ہر ایک کو رونا آتا ہے کہ یہ لوگ اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ خدا کے احکام اور سنن ہمیشہ غیر متبدل ہوتے ہیں جسطرح ہمیشہ بارش ہوتی ہے اور کنوؤں کے پانی بحال رہتے ہیں اور لوگ عافیت سے زندگی بسر کرتے ہیں اسی طرح ضرور ہے کہ انسان کی روحانی ترقی اور نشو و نما کے لیے بھی آسمانی نور اور ہدایت کی بارش ہوتی رہے دیکھو اگر چند سال بارش متواتر نہ ہو تو لوگ جاں بلب ہو جاتے ہیں اور کنوؤں کے پانی بھی انحطاط تک پہنچ جاتے ہیں اور لوگوں کی جسمانی زندگی پر ایک موت آنے لگتی ہے اسیطرح اگر آسمانی بارش یعنی الہام الٰہی صدی میں کسی ایسے کامل انسان کا سینہ روشن نہ کرے جس سے ہزاروں کے سینے روشن ہو جاویں اور روحانی نہریں ملک میں بہ نکلیں جنسے تمام لوگوں کے دل سرشار و منور ہو جاویں تو بنی نوع پر روحانی موت آجاتی ہے لوگ کفر اور فسق و فجور میں گرفتار ہو کر آزاد وحشیوں کیطرح زندگی بسر کرنے لگتے ہیں چنانچہ حضرت عیسیٰ کے بعد چھ سو سال تک کوئی نبی نہ آیا تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانہ میں لوگوں کی حالت ابتر تھی اور ہر ایک طرح کے گناہوں میں لوگ غرق تھے اور انسانی قویٰ اور طاقتیں یعنی صبر۔ استقامت۔ اور غصہ ناواجب جگہوں پر استعمال ہوتے تھے اور ذاتی اغراض اور نفسانی مقاصد ہر ایک کے دل پر غلبہ پا گئے تھے۔ پس ان تمام بدیوں اور ناپاکیوں کے دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان رسول بھیجا بعد ازیں اللہ تعالیٰ ہمیشہ کامل انسانوں کو پیدا کرتا رہا ہے جس سے زمانہ کی غلط کاریاں اور بدعات رو با صلاح ہوتی رہی ہیں۔ سو جاننا چاہیے کہ صدہا بلکہ ہزارہا سال کا تجربہ اور تاریخ ہمیں اس بات کا یقین دلاتی ہے کہ تریاق اور زہر میں جو آج سے صدہا سال پہلے اثر موجود تھا وہی آج موجود ہے اور جسطرح پانی میں پیاس بجھانے کی خاصیت تھی اسیطرح وہ تاثیر آج بھی موجود ہے پس جس حالت میں مادی اشیاء کی تاثیروں میں تغیر و تبدل واقع نہیں ہوا پھر لازماً یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ ان

مادیات کے استعمال کرنے والوں کی روحانی حالت میں تغیر عظیم وقوع میں نہ آنا چاہیے اگر انھوں نے روحانی خوراک میں تغیر و تبدل یا افراط و تفریط سے کام نہیں لیا تو روحانی ثمرات کیوں مفقود ہو گئے۔ سو واضح ہو کہ جسمانی خوراک تو بہر حال وہی ہے جو صدہا سال پہلے تھی لیکن اتنا ضرور ماننا پڑتا ہے کہ ان لوگوں کی روحانی خوراک یعنی مذہبی اصول میں ضرور انسانی دخل اور تصرف واقع ہو گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب عیسائیوں میں رتی کے برابر ایمان نہیں رہا اور آریوں میں بھی ضرور فرق عظیم دخل پذیر ہو گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ رشیوں کی برعکس خدا کے الہام و کلام سے محروم ہو گئے اور نیز وید اور کم از کم ستیارتھ پرکاش جس میں وید کی کامل تعلیم کا انعکاس ابھی نہیں ہوا اس کے عامل بھی اب صفحہ ہستی سے مفقود ہیں۔ کیونکہ آج کل کے نام کو آریہ لوگ صرف لاف و گزاف مار رہے ہیں۔ مگر ان میں سے وید پر عملدر آمد کرنے والا الا ماشاء اللہ کوئی بھی دکھائی نہیں دیتا اور بہت سے سماجی آریوں نے وید اور ستیارتھ پرکاش کے مشہور اور منحوس مسئلہ نیوگ کو زناکاری سے تشبیہ دیکر وید اور ستیارتھ پرکاش کی اس عزت اور وقعت کو کھو دیا جو انھیں چند سال پہلے حاصل تھی۔ مگر باوجودیکہ بعض احکام کو انھوں نے انسانی فطرت کے خلاف تصور کیا پھر بھی وہ سماج میں داخل ہیں اس سے معلوم ہوا کہ صرف کہنے کو آریہ ہیں لیکن عملاً عقلاً وید کی تعلیم کو دھکے دے رہے ہیں چنانچہ ہم آئندہ دو چار ایسے آریوں کے توبہ نامے درج کرینگے جنھوں نے وید کی تعلیم سے بیزاری ظاہر کی ہے۔ مگر قوم سے ڈر کر یا عذار دنیا کے دام اور رعب میں گرفتار ہو کر سماج میں ہی شامل ہیں۔

پس مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہو گیا کہ اسلام کے سوا سب مذہبوں کے پابند برائے نام یا بطور گفتن اپنی اپنی تعلیم کے پابند اور پیروکار ہیں۔ مگر دل میں اُن تعلیموں سے انکاری ہیں پس اس بات کا جواب کہ ان لوگوں کی روحانی حالت ایسی کیوں نہیں رہی جیسی کہ ان میں سے ہر ایک مذہب کے ابتدا میں تھی حق بات یہ ہے کہ اصل ہدایت اور نور جس سے روحانی بیماریاں اور جذام دور ہوتے ہیں وہ ان لوگوں کے ہاتھ سے جاتی رہی پس اب اپنے مُنہ میاں مٹھو ہیں۔ مگر اسلام میں ایسی حالت نہیں کہ برائے نام مسلمان ہوں۔ در اصل سچا وہی مذہب ٹھہر سکتا ہے جو ہمیشہ سے ایک سا ہی ہو اور خدا کا تعلق ہر ایک نو مرید اور رشد ہونے والے سے ویسا ہی ہو جیسے

جیسے کہ اُس کے ابتدا میں بزرگان دین کو ہوا تھا۔ اگر کوئی گبر یا بت پرست اپنے خلاف اصول اور افعال بد کو ترک کر کے سچے دھرم میں داخل ہو کر انھی نیک ثمرات اور تائیدات الٰہیہ سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا جن سے اُس مذہب کے اوائل میں بڑے بڑے بزرگ اور مہاتما بھگت متمتع اور ممتاز ہوئے تھے پھر حیف ہے ان کے شدہ ہونے پر اور ویل ہے اسکی ریاضت کشی اور لاف و گذاف پر۔ کیونکہ جس زمین میں پہلے انگور یا سوم کا رس حاصل ہوتا تھا اب اس میں کیوں انگور نہیں اگ سکتا۔ اس کا باعث یہی ہے کہ یا تو انگور کے صحیح سالم بیج یعنی اصول مذہب درست نہیں رہے یا اُس کی آب پاشی یعنی اعمال صالحہ میں نمایاں کوتاہی ہے جس سے وہ نتائج مترتب نہیں ہوتے جو پہلے ہوتے تھے۔ پس اے بھائیو! خوب یاد رکھو اُس مذہب پر مت گرویدہ ہو جاؤ۔ جو تمھیں صرف قصے اور کہانیوں پر ہی چھوڑتا ہے اور اپنے قدیمی برکات اور تاثیرات سے عاری اور بے نصیب ہے۔ اسلام نہیں سکھاتا کہ صرف دو چار مجہول الاسم رشیوں پر ہی الہامات کا سلسلہ بند ہو گیا اور اُسکے انعامات پر مہر لگ گئی بلکہ جو کوئی اسلام میں داخل ہو خواہ وہ عیسائی ہو یا یہودی یا آریہ ہو وہ اسلام میں داخل ہو کر ان تمام برکات کا وارث ہو گا جو ابتدائے عالم سے طالبان حق پاتے رہے ہیں۔ قرآن انجیل کیطرح یہ دعویٰ نہیں کرتا.... کہ اب اسکے پیرو ذرہ بھر بھی ایمان نہیں بلکہ وہ کہتا ہے کہ اسکے پیرو اور متبع اسی جہان میں بہشتی زندگی اور ایمان دار ہونے کا حظ اُٹھاتے ہیں اور خوف و حزن میں ہمیشہ خدا اُن کی تسلی اور اطمینان کرنے کو مستعد ہے اور الہام اور کشوف سے اُن کے دلوں کو اپنی تجلیات سے سرشار اور بہرہ ور کرتا ہے۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ تو ہمیشہ کے لیے بیلے کیطرح نرم اور نامرد ہو جا اور ہر طرح کے ظلم و ستم سہتا جا پر ظالم بدکار کا مقابلہ نہ کر بلکہ وہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ اُس ظالم بدکار کو کوئی سزا دینی چاہیے جو دوسروں کو گھروں سے نکالتا ہے اور ان کے مال و متاع اور عزو شرف پر حملہ کرتا ہے جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ آپ اپنے گھر اور عزیز اور وطن سے نکالے گئے اور صدہا بے گناہ اصحاب صرف اسلیے بھیڑ بکری کی طرح ذبح کیے گئے کہ انھوں نے شرک اور بت پرستی سے انکار کیا اور خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک یقین کیا تو پھر آپ نے اُن سفاک ظالموں کو ان کے ظلم اور دست درازی کی

سزادی اور بہنوں کو معاف کیا جن کی معافی میں اصلاح ملحوظ خاطر تھی - پس وہ تعلیم اسلام کے مقابلہ میں ناچیز اور ناقص ہے جو صرف رحم ہی کی قوت کو استعمال کرانا چاہتی ہے اور ساتھ ہی وہ تعلیم بھی خلاف عقل ہے جو قوت انتقام کو حد تک پہنچاوے یہانتک کہ حقیقی رحم کالعدم ہو جاوے - اسلام قوت محبت اور حیا سے کام لینے کی تعلیم دیتا ہے اور مردوں اور عورتوں کو آنکھیں نیچی رکھنے کی تعلیم دیتا ہے اور بیگانہ مرد اور عورت کو پاک نظر سے بھی جھانکنے کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ اس میں بھی شیطانی محرکات افعال بد کی منتج ہوں گی - جیسے کہ اس بیہودہ اور بیجا کھل اور آزادی نے یورپ میں بُرا اثر اور نمونہ پیدا کیا - اور اسلام یہ بھی جائز نہیں رکھتا کہ ایک مرد کی عورت بصورت نہ اولاد ہونے کے یا صرف لڑکیوں کے پیدا ہونیکے دوسرے کے پاس اولاد لینے کی خاطر جاوے اور مختلف خاوندوں اور یاروں سے مُنہ کالا کراوے اور دیوث خاوند اُسکے پیچھے پیچھے دوڑتا پھرے جیسے کہ آریوں کی الہامی کتاب وید کا مستند خلاصہ ستیارتھ پرکاش کا حکم اور تعلیم ہے - اور اسلام یہ بھی جائز نہیں رکھتا کہ کسی مخنث اور نامرد کو لڑکی دی جاوے اور اس معصوم کنیا کی اس بدبخت سے شادی کی جاوے پر اولاد لینے کے لیے کسی اور وریج داتا کی تلاش کی جاوے - یہ بدبخت تعلیم دیانند نے ہمارے آریہ ورت میں پھیلائی ہے اور قوم کی ناک کٹوائی ہے دیکھو ستیارتھ باب ۴ دربارہ نکاح - اسلام یہ بھی نہیں سکھاتا کہ زبردستی کسیکو مذہب میں داخل کیا جاوے جیسے کہ قرآن کریم میں آیا ہے کہ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ یعنی اشاعت دین میں جبر اور اکراہ ہرگز جائز نہیں کیونکہ مذہب میں داخل ہونا صرف کھانے پینے اور زبانی اقرار کرنے سے ہرگز وابستہ نہیں بلکہ مشرف باسلام ہونا دل سے تعلق رکھتا ہے اور سفلی زندگی اور دنیاوی ہموم و غموم ایک موت وارد کرانی چاہتا ہے اور غیریت سے کلی انقطاع اور خدا کی اطاعت اور ارادوں اور قضاء و قدر میں کلی اتفاق اور محویت مانگتا ہے - اسلام یہ نہیں سکھاتا کہ خدا چند ہزار برس سے خالق ہے بلکہ وہ ہمیشہ سے خالق اور رازق ہے اور رہے گا + اسلام یہ نہیں

+ نوٹ حضرت آدم بھی پہلے خلیفہ یعنی بادشاہ بنے - رعایا ہوگی تو بادشاہ بنے ورنہ ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ بغیر رعیت بادشاہت ناممکن ہوتی ہے - اسطرح کے کئی آدم پیدا ہو چکے ہوں گے - جیسے کہ ایک روایت بھی اس امر کی موید ہے

سکھاتا کہ خدا اگلے زمانوں میں اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا تھا اور اب اسپر مہر لگ گئی ہے بلکہ ابد تک اس کے بندوں کے لیے الہام کا دروازہ کھلا ہے۔ کیونکہ جب وہ ہم جیسے ناچیز ذرہ بیمقدار کو الہام سے محروم نہیں رکھتا تو پھر کیونکر قبول کیا جاوے کہ وہ اوروں سے نہیں بولتا۔ اسلام یہ نہیں سکھاتا کہ کلام الٰہی کی اشاعت اور تبلیغ کماحقہ لوگوں تک نہ ہو اور یوں ہی لوگ جزا اور سزا کے مکلف ٹھہرائے جاویں اور خدا کا کلام ہزار سال مستورات کی طرح چھپا رہے۔ دوسری کتابوں کی حکومت اور غلبہ ہو مگر خدا کے کلام کو دنیا داخل دفتر کر دے جیسے وید کا حال بحال ہے مگر قرآن اسبات کا سخت منکر ہے کہ لوگوں کو گذشتہ جنموں کے بدلے سزا اور جزا تو مل رہی ہے پر کسی بدبخت مہاشہ اور پنڈت آریہ کو معلوم نہیں کہ وہ کن جرموں اور گناہوں کی پاداش میں لنگڑا اور لولہ ہوا ... ہے۔ اسلام یہ سکھلاتا ہے کہ ان لیس للانسان الا ما سعی یعنی جو کرو سو بھرو۔ اسلام وید کی طرح انسان کو اسطرح کا سفید جھوٹ بولکر دھوکا نہیں دیتا کہ نیوگ کرو یا فلاں کار خیر میں حصہ لو تو انجام کار تم راجہ بنجاؤ گے۔ اگر یہ حق ہوتا تو ایک ارب اور چھیانوے کروڑ برس کے تجربہ اور ہزاروں دفعہ سورا اور کتوں کے جنموں میں سزا بھگتنے کے بعد تمام آریہ مہاشہ نیک ہو جانے اور سب کے سب شرق و غرب پر حکمراں ہوتے اور ان کے سوا اور کوئی راجہ دنیا میں نظر نہ آتا مگر نتیجہ میں یہ صاف دروغ بے فروغ نکلا۔ کوئی با اختیار راجہ نظر نہیں آتا بلکہ تناسخ اور وید کے منکر ہی راجہ بنے ہوئے ہیں۔ اسلام یہ نہیں سکھاتا کہ پسو اور جوں تک نہ مارو۔ اور پانی کے ایک قطرہ کے پینے سے ہزاروں کیڑوں کو مار کر جیا گھات نہ کرو اور گوشت نہ کھاؤ بلکہ وہ تعلیم دیتا ہے کہ تو اشرف المخلوقات ہے دنیا کی ہر ایک چیز سے جائز طریق سے متمتع ہو اور حد سے نہ گذر۔ مگر رحم عقل عفو انتقام صبر استقامت شرم و حیا وغیرہ تمام قویٰ سے مناسب موقع اور محل میں کام لے ایسا حلیم لیلا نہ بن کہ بھیڑیا ہڑپ کر جائے اور ایسا سنگدل اور منتقم بھی نہ ہو جا کہ رحم کی طاقت جو خدا نے تجھے دی اسکو تو تباہ کر بیٹھے۔ حاصل کلام یہ کہ ہر ایک راستی اور حق کا مدعی صرف اتنا کہکر بار ثبوت سے سبکدوش نہیں ہو سکتا کہ اگرچہ ہمارے آباؤ اجداد کی سی کمال درجہ کی قوت قدسی و کمالات ایمانی عرفانی اخلاقی برکاتی و تاثیراتی ہم میں نہیں پائی جاتیں مگر بہر حال ہم انکو

مذہب اور اصول کے پابند ہیں۔ یہ سب بیہودہ دعوے اور نالائق اور ناخلف ہونیکے آثار ہیں۔ ایسے لوگوں کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی کہے کہ ہمارے بزرگ بادشاہ تھے اور ان کے ہاں ہزاروں گھوڑے رتھ اور بگھیاں تھیں اور عظیم الشان محلوں میں وہ بود و باش رکھتے تھے لیکن ہم بھی بوجہ ان کی اولاد ہونے کے ان سے کسی پہلو میں کم نہیں گو بظاہر کنگال اور رجوڑا بروار شودر ہیں اور جاہ و حشم کے سامان اگرچہ کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھے مگر ان سب چیزوں کی تصویر جو ہمارے پاس موجود ہیں اس لیے ہم عزت اور رفعت میں ان سے ذرہ کم نہیں۔ پس جاننا چاہیے کہ یہ محروم اور بے نصیب لوگوں کی لافیں ہیں اور جو ایسا دعوے کرتے ہیں وہ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اسلام اپنے اندر داخل ہونے والوں کو پرانے گلے سڑے قصے اور کہانیوں تک ہی محدود اور مسدود نہیں رکھتا بلکہ ان لوگوں کو مولی کریم سے ایک عجیب پیوند ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے انوار و فیوض اور برکات و الہام انکے دلوں پر اترتے ہیں اور معارف اور نکات ان کے منہ سے نکلتے ہیں ایک لذیذ محبت الٰہی جو لذت وصال سے پرورش پاتی ہے اور ایک یقین ان کے دلوں میں رکھا جاتا ہے جب وہ دعا کرتے ہیں وہ ان کی سنتا ہے جب وہ پکارتے ہیں تو وہ انھیں جواب دیتا ہے اور وہ ماؤں سے بڑھ کر ان سے پیار کرتا ہے اور ان کے در و دیوار پر برکتوں کی بارش ہوتی ہے پس وہ اسکی ظاہری اور باطنی اور روحانی اور جسمانی تائیدوں سے شناخت کیے جاتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ نعوذ باللہ پتھر کیطرح گنگ سن ہو گیا ہے۔ پس یقیناً یاد رکھو کہ یہ آریوں کا خیال غلط ہے کہ خواہ کوئی وید ی سو سال اسکے آستانہ پر داویلا کرے پر اس سنگدل کو کچھ رحم نہیں آتا ایک ادنیٰ دولتمند بھی ایک ارادتمند فقیر کی گریہ زاری کا جواب دیتا ہے اور بوقت ضرورت اسکی حاجت براری کرتا ہے اور رحمدل اور نیک کہلاتا ہے مگر ویدی پرمیشور ایسا ہے کہ گویا وہ اب رہگرائے عالم بقا ہو گیا ہے۔ میں ایسے فرضی پرمیشور سے بیزار ہوں اور ذرہ بھی خطرہ محسوس نہیں کر سکتا بلکہ کوئی دانشمند بھی اس سے کسیطرح کے نفع و نقصان کا امیدوار نہیں ہو سکتا غالباً یہی وجہ ہے کہ آریوں نے پرمیشور کو ایسا بےحس و حرکت اور بیجان گوسالہ سمجھا کہ انھوں نے دعا اور اسکی قبولیت سے انکار محض کر دیا۔

اگر یہ پرمیشور کو تمام صفات کاملہ سے موصوف اور تمام معائب اور نقائص سے پاک سمجھتے تو بے شک ان کے دلوں پر اس کی وقعت اور قدرت اور جبروت کا سکہ بیٹھتا اور آریوں کو قبولیت دعا کی آس ہوتی مگر اسلام ایسے سنگدل یا کمزور اور بے رحیم اور ناانصاف پرمیشر کو پیش نہیں کرتا کیونکہ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ پرمیشر اپنے فرمانبرداروں سے نیک سلوک کرتا ہے اور دُشٹ اور پاپی لوگوں سے اُس کا برتاو بوجہ عدل و انصاف اور قدرت کاملہ کے دگرگوں ہونا چاہیے کیونکہ راست بازوں اور بدکاروں میں فرق ہونا لازم ہے مگر آریوں کے ساتھ ایسا نہیں ہُوا چنانچہ ہم ابھی ثابت کرینگے کہ پرمیشر نے بحیثیت نیاکاری ہونے کے آریوں سے کوئی نیک سلوک نہیں کیا غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ خدا کا برتاؤ آریوں سے دو باتوں پر منحصر ہے یا تو یہ لوگ اعلیٰ درجہ کے نیک ہونے چاہییں تھے کیونکہ انھیں خدا کا کلام ملا تھا اور یہ دوسروں کی بنسبت ہدایت اور صراط مستقیم پر زیادہ قدم مارتے رہے ہیں سو اس صورت میں یہ نافرمانوں کی نسبت زیادہ آسودہ حال اور فارغ البال ہونے ضروری تھے اور حسب سلسلہ تناسخ دنیا کے راجہ بننے تھے مگر تاریخ پر نظر ڈالنے سے ہر ایک پر یہ امر بیداہت تام کھل جاوے گا کہ جو جو مصیبتیں اور ہلاکتیں دوسرے مذاہب کے پابندوں کے ہاتھوں سے آریہ ورت پر آئیں اُن کی نظیر کہیں نہیں پائی جاتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو یہ آریہ نہ تھے یا بصورت دیگر ہم یہ کہہ سکیں گے کہ جس تعلیم کو یہ لوگ الٰہی تعلیم اور ہدایت سمجھے ہوئے ہیں وہ درحقیقت کسی شیطان کی شیطنت اور گمراہی ہے جس پر انھوں نے عمل کر کے بخوبی معلوم کر لیا کہ اس پر عملدرآمد کرنے کا نتیجہ لاکھوں سال سے سوائے بدبختی اور دنیوی تکالیف کے اور کچھ نہ نکلا سکندر اور دارا محمود غزنوی اور محمد غوری امیر تیمور و بابر کی آئے دن کی گوشمالی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ نامعلوم وقتوں سے فسق و فجور یعنی نیوگ کاری دختر کشی اور ستی وغیرہ کے التزام سے بدترین خلائق ہو گئے تھے اس لیے ضرور تھا کہ ان گمراہوں کو دنیا میں اپنے کرموں کی پاداش میں سزا ملتی رہتی - اگر درحقیقت یہ لوگ حق پر تھے اور خواہ نخواہ پرمیشر نے دشمنوں کو اپنے فرمانبردار آریوں پر مسلط کیا تب بھی اسکے عدل و انصاف پر افسوس آتا ہے - علاوہ ازیں اسطرح کا عذر کرنا کہ ابتدا میں آریہ موحد ہوں گے یہ بھی غلط ہے کیونکہ جب سے

تاریخ کا پتا لگتا ہے آریہ ورت میں توحید کا چراغ کبھی روشن نہیں دیکھا گیا کیونکہ تینتیس کروڑ دیوتاؤں کی داستان بھی عہد عتیق کی معلوم ہوتی ہے بنارس متھرا اور سومنات اور جگناتھ جی کے بتخانہ زمانہ قدیم کے ہیں یہ بت پرستی اور برہمن پرستی کے کھنڈرات رشیوں کے زمانہ کے معلوم ہوتے ہیں ہمیں کروڑوں پجاریوں اور بنارس اور سومنات کے مہانتا پنڈتوں کی رائے پر چند سالہ آریوں کی لاف وگذاف سے کہیں بڑھکر اعتبار ہے۔ بہر حال اگر وہ نیاکار راست بازوں اور تاریکی کے فرزندوں میں کوئی مابہ الامتیاز قائم نہیں کرتا اور نہ کسی راست باز کی سُنتا ہے نہ کسی دشمن حملہ آور پر اپنی خفگی کا اظہار کرتا ہے اور نہ کسی دشمن دین کو ہلاک کر کے اپنی قوت اور زندگی کا ثبوت یا سکہ دنیا میں بٹھاتا ہے اور نہ اپنے پرستاروں اور نہایت فروتنی سے کتے بلیاں بننے والونکو کوئی سہارا اور امید دلاتا ہے تو پھر کسی طالب حق کو کیوں اتنی تڑپ اور خواہش اور مضطرانہ حالت ہو کہ اسکی رضامندی کے سے خوش ہو اور اُسکے غضب سے ترساں اور لرزاں ہو۔ اور گناہ سے بچنے کی کوشش کرے

بھلا اگر کوئی ایسے مردہ پرمیشور کو معزول شدہ خیال کرے اور دہریہ ہو کر زندگی بسر کرے اور مذکورہ بالا تاریخی بادشاہوں کیطرح اُسکے فرمانبردار مہاشوں کو دربدر کرے جیسے کہ زمانہ گذشتہ میں ہوتا آیا ہے تو پھر بھی کوئی سورداس اور مہاشہ اسکو سرب شکتیمان دیالو اور بتیا کار یقین کرتا چلا جائے گا؟ میں تو ہرگز نہیں مان سکتا کہ اسکو ایک تحصیلدار جتنا بااقتدار اور صاحب قدرت و اختیار گمان کروں۔ اسلام ایسے پرمیشور کو پیش نہیں کرتا جس کے ماننے والوں اور فرمانبرداروں کی وہ گت ہوتی رہی کہ الامان اسمیں شک نہیں کہ آریوں نے باری تعالیٰ کی ذات پاک کی سخت بیقدری اور ہتک عزت کی ہے جسکی پاداش میں خدا نے ان کو بھی بیقدر و بیعزت کر دیا۔ جیسا کہ اسکی نظیر تاریخ میں پائی نہیں جاتی۔ اسلام ہمیں یہ سکھلاتا ہے کہ اَلرَّبُّ عَلٰی ظَنِّ عَبْدِہٖ یعنی جسطرح کا تم خدا پر ظن کرو گے ویسا ہی تم اُس سے صلہ اور عنایت کے امیدوار رہو بس وہی کامل انسان روحانی اور جسمانی پہلو سے ٹھہر سکتا ہے جو خداتعالیٰ کو تمام صفات کاملہ سے موصوف اور تمام معائب سے مبرا سمجھتا ہے اور ...... سکے صفات کا مظہر ہو کر

خدائی صفات کا اپنی ذات میں انعکاس کر سکتا ہے - اگر آریہ لوگ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے متبع صحابہ کیطرح اللہ تعالےٰ کو اسماء الحسنیٰ سے موسوم و موصوف اور تمام عیوب سے پاک اور عزیز اور مقتدر یقین کرتے تو ضرور انکو اہل اسلام کی طرح دنیا میں بھی عزت ملتی اور آخرت میں بھی ان کا بھلا ہوتا مگر آریوں نے علی الخصوص پرمیشور کو صفات رحمانیت اور مالکیت سے خالی اور بے نصیب تجویز کیا ہے یعنی نہ پرمیشور کو دنیا وما فیہا کا مالک حقیقی گردانا اور نہ بغیر ہماری کوششوں کے اکثر نعماء کا مہیا کرنے والا سمجھا پس خدا میں صفات رحمانیت اور مالکیت کو نہ ماننے کا نتیجہ بھگتنا پڑا اور ایسا ہوا کہ خدا کی رحمانیت کی صفات کا عکس ان لوگوں پر نہ پڑا اسی وجہ سے یہ لوگ انسانی مالکیت یعنی سلطنت سے اور انسانی رحمانیت یعنی مراحم سلطانی کی صفات سے محروم اور بے بہرہ ہوگئے اور قدرت الٰہی نے اپنی اُن دو صفات کا عکس یا پرتوہ اُنپر نہ ڈالا جنسے یہ منکر ہوگئے سو یہ دنیا میں کمزور اور خائب و خاسر اور یہودیوں کی طرح ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ کا مصداق بن گئے - پس کسی سکندر یا محمود یا بابر نے اُنپر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ انھوں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا کہ خدا کو ناقص اور کمزور تصور کیا سو خدا نے بھی انھیں ایسا ہی کمزور اور نکما کر دیا یہی وجہ ہے کہ یہ بادشاہوں کی طرح بڑی بڑی جاگیریں اور جائیدادیں سخاوت میں دیکر اپنے تئیں خدا کی صفت رحمانیت کا مظہر قرار نہ دے سکے اور نہ دے سکتے ہیں انھوں نے خدا تعالےٰ کو صفات رحمانیت اور مالکیت سے جواب دیا پس نتیجہ یہ ہوا کہ قدرت نے انھیں ہر ایک قبضہ تصرف سے محروم کیا - اصل بات یہ ہے کہ کامل انسان چونکہ صفات الٰہیہ کا مظہر ہوتا ہے اس لیے ضرور ہے کہ ہر ایک سلیم الفطرت اور کامل انسان میں خدا کی صفات اور تخلیات کا انعکاس ہو اور ظلی طور پر کامل انسان خدا کی صفات کے مظہر ہوں جیسے کہ خدا تعالیٰ کی صفات رحمانیت اور مالکیت ہر وقت اور ہر لحظہ میں مشاہدہ ہوتی ہے اس لیے کامل انسان وہی ہو سکتا ہے جس میں رحمانیت اور مالکیت کا بیّن طور سے عملاً و فعلاً پتا لگتا رہے چونکہ آریہ لوگ خدا کی رحمانیت اور مالکیت کے منکر ہیں اسلیے بموجب آیت ذٰلکم ظنکم الذی

ظننتم بربکم اردٰاکم فاصبحتم من الخاسرین یعنی یہ کہ تم نے اپنے رب پر برا
ظن کیا پس اُس نے تمکو خاسر کر دیا اور اُس کے انعامات کے حصول سے بے نصیب رہ گئے
پس وہ اب اس قابل ہی نہیں رہے کہ مخلوق پر بغیر مانگے انعام و اکرام کر کے خدا کی صفات
رحمانیت اور مالکیت کا انعکاس کر سکیں یہ خدا کا فضل ہمیشہ صرف مسلمانوں کے ساتھ
رہا ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کو رحمن اور مالک مانتے رہے ہیں جس کے عوض میں جناب الٰہی کی
صفات رحمانیت اور مالکیت نے ان میں کامل اور اتم طور سے انعکاس کیا اور اس قدر
ملک و دولت اور ذاتی غنا اور وسعت حوصلہ اور بے نظیر سخاوت کرنے کا موقع اور توفیق
ان لوگوں کو دیگئی کہ تمام روے زمین پر اسکی مثال ڈھونڈنا لاحاصل ہے چنانچہ دیکھا
گیا کہ اہل اسلام میں سے بعض ایسے اقبالمند اور عالی ہمت بادشاہ ہو گذرے ہیں کہ وہ
ہندوستان جیسا ملک بھی بخش دیتے تھے چنانچہ نادرشاہ نے ہند کو فتح کرنے کے
بعد پھر یہ ملک محمد شاہ کو دیدیا اور زمان شاہ والیے افغانستان نے چند توپوں کو
دریائے جہلم سے نکالے جانے پر سارا پنجاب رنجیت سنگھ کو بخشدیا علاوہ ازیں عرب و
عجم میں اور بھی بہت بندگان خدا ایسے گذرے ہیں کہ انھوں نے کروڑوں روپیہ
سخاوت میں دیا۔ ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے یہانتک سخاوت کی کہ لینے
والوں سے کہدیا کہ جتنا اُٹھا سکتے ہو زر و سیم اُٹھالو اور بعضوں نے سلطنتیں دوسروں
کو دیدیں اور خود دنیا سے انقطاع کلی اختیار کیا۔ لاریب یہ لوگ ہیں جنمیں خدا کی رحمانیت
اور مالکیت نے کامل طور سے انعکاس کیا تھا یعنی جسطرح اللہ تعالےٰ بیحساب اور بغیر مانگے
کے سورج اور چاند اور صدہا ان گنت نعمتیں انسانوں کو دیتا ہے اور اُسکے انعامات
کی قیمت نہیں ادا ہو سکتی اسی طرح ظلی طور سے وہ صفات کامل طرح پر اسلام کے کامل
انسانوں میں منعکس ہوئیں۔ مثلاً ہاتھ پاؤں آنکھیں اور صدہا جسمانی اور روحانی
قوٰی اور مختلف طاقتوں کی قیمت میں اگر دنیا و مافیہا بھی خرچ کیا جاوے تب بھی وہ
نعمتیں کسی کو عند الطلب میسر نہیں آسکتیں اسیطرح تخلقوا باخلاق اللہ کے عامل
لوگوں کی خوبیاں اور احسانات اور مواسات اور ہمدردی کے اظہار بمقابلہ ہندوؤں اور

آریوں کے بے انتہا اور بیشمار ہیں بلکہ کسی اور قوم اور مذہب میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ کوئی کامل انسان ایسا پیدا ... ہوا ہو جو عملاً و فعلاً خدا کی رحمانیت اور مالکیت کا مظہر ہو سکے کیا کوئی ہندوستان جیسے ملک کو آجکل سخاوت میں دیسکتا ہے یا کسی راجہ اور عیسائی نے ایسا کیا ہے بلکہ مؤخرالذکر صاحب تو پگڑی اور کرتہ دینے سے بھی جی چراتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کامل انسان خدا کی صفات کا مظہر ہے۔ اس کا سمیع بصیر رحیم کریم علیم خبیر رحمن اور مالک وغیرہ وغیرہ ہونا باری تعالی کی صفات کا عکس ہے لیکن جو درحقیقت پرمیشر کو متکلم علیم خبیر رحمن رحیم اور سمیع بصیر اور مجیب مانتا ہے اور سمجھتا ہے وہ خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اس کا کلام اپنے کانوں سے سنتا ہے اسی لیے کسی معصیت اور گناہ کا ارتکاب اس سے ہونا ہی محال ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بوجہ اس کے سمیع اور عالم السر و الاخفیٰ ماننے کی غیریت بھسم ہو کر محویت اور للہیت اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتی ہے پھر جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے خدا کی تمام صفتیں اس کے اندر اپنا عکس اور پرتوہ ڈالی ہیں اس کے سمیع بصیر اور ہزاروں کوسوں تک کام کر سکتی ہے اور درمیانی پردے اور حجاب دور ہو جاتے ہیں چنانچہ اس حالت کو جسے کشف کہتے ہیں بہت سے لوگ جانتے ہیں اور صاحب تجربہ ہیں ایسے لوگوں کی سمیع بصر سخاوت مالکیت عفو وغیرہ وغیرہ قوتیں ترقی یافتہ ہو کر ایسے مدارج پر پہونچ جاتی ہیں کہ ان سے بعض اوقات بے اختیار ایسے امور ظہور پذیر ہو جاتے ہیں کہ وہ اُن لوگوں کی نظر میں جو اس کوچہ میں دسترس نہیں رکھتے معجزے اور کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں اور عام دنیا ایسے کرشمہ قدرت کو محال جانتی ہے کیونکہ جس نے مینڈک کیطرح اپنی زندگی اور قوی کو بیکار اور محدود کر رکھا ہو وہ جانتا ہے کہ کنوئیں کے باہر ریلوے کے کارخانے اور سٹیمر وغیرہ سب خیالی اور محال باتیں ہیں جو قانون قدرت کے برخلاف ہیں۔ قصہ کوتاہ جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے یہی جڑ معجزات اور کمال انسانیت کی ہے اور یہ امور جو اوپر لکھے گئے ہیں اسلام کی روح و رواں ہیں یہ صرف خیالی اور قیاسی باتیں نہیں کیونکہ میں نے ثابت کر دیا ہے کہ اہل ہنود صفات رحمانیت اور مالکیت کے اظہار سے صرف اسی لیے محروم ہو گئے ہیں کیونکہ انھوں نے اللہ جل شانہ کی مذکورۃ الصدر صفات کا پرتوہ

اپنی ذات پر پڑنے نہیں دیا اسی وجہ سے یہ لوگ سلطنت سے محروم ہو گئے تا خدا کی رحمانیت اور مالکیت کے انعکاس کا عملی ثبوت پیش نہ کر سکیں اور انھوں نے اپنے تئیں بوجہ اپنی بدظنی در بارہ صفات الٰہیہ کے ایسا کمزور کر لیا ہے کہ ان میں کوئی کامل انسان نظر نہیں آتا۔ یہ امور واقعات اور تاریخی حالات پر مبنی ہیں اس لیے واقعات کا انکار محض جھوٹ اور افترا ہوتا ہے جو کسی نیک دل مہاشے کے شایاں نہیں +

پس اب آریوں کے لیے یہی مناسب ہے کہ خدا تعالیٰ کو صفت رحمانیت سے خالی تجویز نہ فرمائیں کیونکہ اس صفت کے انکار سے بہت کچھ نقصان ہؤا اور ہو رہا ہے علاوہ ازیں ہر ایک دانشمند پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ ہم ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بغیر ہماری کوششوں کے (جو فی الحقیقت خدا تعالیٰ کی صفت رحمانیت کا تقاضا ہے) سورج چاند آگ پانی وائو اور صدہا بے بہا نعمتیں عطا فرماتا ہے اور بروقت بارش کا برسنا اور ہواؤں کا چلنا بھی اُسی کی صفت رحمانیت کا نتیجہ ہے نہ کہ کسی سماجی مہاشے کی گذشتہ جنموں کے اعمال کا پھل ہے جب کہ خود سور کتا اور جنگلی درندوں مثلاً شیر چیتے بھیڑیے کی جونوں میں عملطاں و پیچاں ہو تا رہا ہو مگر ان بھلے مانسوں کے نزدیک وہ شخص بھی عادل نہیں ٹھہر سکتا جو کسی فقیر یا تنگدست کی بلا کسی مزدورانہ خدمت اور محنت مشقت کی حاجت براری اور کریمانہ ہمدردی کرتا ہے اور وہ عالی ہمت اور جوانمرد اُمرا جنھوں نے ہزارہا روپیہ دیکر دیانند ویدک کالج کی بنیاد ڈالی اور صدہا غربا اور مساکین کی امداد کی اور امداد تعلیم کا کیا ہے اور ہزارہا غربا کو مفت پڑھا کر اعلیٰ عہدوں پر سرفراز فرمایا ہے وہ بھی اصول آریہ سماج کے اعتبار سے ناانصاف اور ظالم ہیں کیونکہ آریوں کا یہ اصول ہے کہ اس دنیا میں بہت سے دکھ اور تکلیفیں اور رنجدہ غربت اور مسکینی گذشتہ جونوں کے اعمال قبیحہ کے نتائج اور سزائیں ہیں جو انھیں بہر صورت بھگتنی چاہییں کیونکہ پرمیشر ہرگز اس امر کو روا نہیں رکھ سکتا کہ کوئی عاجز گنہگار مورد عفو ہو کر بلا سزا اُسکے ہاتھ سے رہائی پا جاوے۔ پس اگر بعض جوانمرد سخیوں نے ہزارہا غربا کو مسکینی اور گذشتہ جنموں کی سزا سے چھڑایا ہے تو حسب دیانندی منشا وہ خود مجرم ٹھہر گئے کیونکہ جو لوگ مال و جان خرچ کر کے غریبوں اور

اپاہج لوگوں کی مدد کرتے ہیں تو وہ گویا اُن بدکاروں کو اپنے اعمال بد کی سزا اور پاداش سے
بچانے کی سعی کرتے ہیں اور پرمیشر کے انتظام تناسخ میں مخل اور اُس کی معدلت گستری میں
سخت رخنہ انداز ہیں سو اُمید نہیں کہ ایسی باغیانہ حرکات قابل عفو ہوں - ہاں اگر کوئی
صاحب یہ کہے کہ بعض تکالیف اور سکھ دُکھ اس جہان کے اعمال کا نتیجہ ہیں اور بعض گذشتہ
جنموں کے کرموں کا پھل ہیں اس لیے غربا اور مصیبت زدوں کی تکالیف کا دور کرنا اور
ان کی تعلیم وغیرہ کا انتظام کرکے صرف اس دنیا کے تازہ اعمال کے نتائج کو باطل کرنا منظور
خاطر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو کسی کا یتیم ہونا اور راجہ کے گھر میں پیدا ہونا بھی
گذشتہ اعمال کے جنم کا ثمرہ اور نتیجہ ہے اور پھر دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ ہمیں کیا معلوم
کہ فلاں مصیبت زدہ کنگال پر جو مصیبت پڑی ہوئی ہے وہ کسی گذشتہ جنم کی کرتوت
کا نتیجہ ہے اور تازہ گناہوں کا وبال نہیں یہ تو صرف ڈھکوسلا اور رجماً بالغیب ہے
کہ فلاں شخص نے فلاں گناہ کیا ہوگا - ہم کہتے ہیں کہ اس نے نہیں کیا ہوگا - اسیطرح اسلام
یہ بھی نہیں سکھاتا کہ خدا گاہ بگاہ اندر یا یسوع کیطرح ایک عورت کے شکم میں چلا جاتا ہے
اور نو ماہ گندہ خون سے پرورش پاکر ناپاک راہ سے پیدا ہوتا اور دنیا کو شانتی بخشتا ہے
یا لوگوں کے لیے نجات اور کفارہ کا سامان بنتا ہے اور بدذاتوں کی بدذاتی اور خونیوں
اور زانیوں کی ہر ایک بدبودار شرارت اور فسق و فجور کو دیدہ و دانستہ عروج دیتا ہے
اسلام یہ بھی نہیں سکھاتا کہ کسی نادان بڈھے کی حماقت سے جو اپنے سر کو دیوار سے بایں
غرض ٹکرا کر پھوڑ لیتا ہے کہ اسکے اور عزیز کے سر سے آنے والی مصیبت اور عذاب ٹلجاتا ہے
اول تو مسیح علیہ السلام خود مصلوب ہو کر جہاں بحق ہوئے ہی نہیں چنانچہ اُن کی قبر شہر سرینگر
ملک کشمیر میں موجود ہے - بالفرض اگر وہ نصاریٰ کی نجات کے لیے کفارہ ہو گئے تھے تو چاہئیے
تھا کہ عیسائیوں کے گناہ معاف ہو جاتے اور وہ گناہ جو آدم کے دانۂ گندم کے کھانے سے
ذریت آدم کو ورثہ میں ملا معاف ہو جاتا یعنی یہ کہ مرد اپنی پیشانی کے پسینہ سے روٹی کھاویگا
اور عورت دردزہ سے بچہ جنے گی - سو کم از کم عیسائی مرد اور عیسائی عورتیں تو خون مسیح پر
ایمان لا کر ان ہر دو تکالیف سے سبکدوش ہو جاتیں مگر خون مسیح نے انھیں خاک بھی فائدہ

نہ پایا چنانچہ تمام قوموں کی طرح عیسائی مرد اور عورتیں دکھ سکھ میں یکساں شریک ہیں پس خلاصہ کلام یہ کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے صدہا قوتیں اور طاقتیں عنایت کی ہیں جو درحقیقت خدا کی صفات انسانی شیشہ میں منعکس ہیں اس لیے کامل انسان وہ ہے جو صبر۔ استقامت حلم۔ حمیت۔ ایمان۔ حیا۔ خشوع۔ انتقام۔ جرأت۔ شجاعت وغیرہ وغیرہ تمام قوتوں اور طاقتوں سے کام لے کر انھیں کمال تک پہنچاوے۔ ایسا نہ کرے کہ صرف ایک قوت رحم سے کام لیکر بھیڑ بکری سے عاجز تر ہو کر بد شرارت بدمعاشوں کو لوٹ کھسوٹ کا موقع دے۔

قصہ کوتاہ جو کچھ مختصراً حقیقت اسلام کے بارہ میں لکھا گیا ہے وہ ہر ایک با انصاف اہل النظر پر قوی اثر پیدا کرے گا۔ لیکن باایں ہمہ دنیا میں بہت سے دل کے اندھے ہیں جو اس بیان سے رو باصلاح نہیں ہو سکتے اور بہت سے ایسے ہیں کہ جنکے دلوں پر کئی طرح کے غبار اور تعصب کی ظلمتیں حاوی ہیں اور وہ حق و باطل میں فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس دار الابتلاء دنیا میں طالب حق کے لیے آج کل لوگوں نے بہت بڑے پتھر ڈال دیے ہیں جنسے صحیح سلامت اور کامیابی کے ساتھ نکل آنا ہر ایک کا کام نہیں۔ چنانچہ جس صورت میں دنیا کا اس بات پر ہی اتفاق نہیں کہ گناہ اور ثواب کیا ہے تو پھر طالب حق کو کس طرح پتا لگے کہ فلاں قوم کے ساتھ حق ہے اور فلاں قوم ورطہ ضلالت میں سرگرداں ہے۔ پس جب مشکلات اور گمراہ لوگوں کی چالاکیوں اور مکروں کا یہ عالم ہے تو ہم پر فرض ہے کہ ایک ایسا معیار حق پیش کریں جس کی خوف شوکت اور نور اور رعب کے سامنے مخالفین اسلام ایسے عاجز اور خائب و خاسر نظر آئیں جیسے آفتاب کی روشنی میں چمگادڑوں کو بھاگنے کی راہ نہیں ملتی۔ سو وہ معیار صداقت مفصلہ ذیل ہے *

گناہ پر فیصلہ کن بحث اور معیار صداقت

جہانتک غور اور فکر سے کام لیا گیا ہے آخر کار یہی معلوم ہوا کہ دنیا میں کروڑوں افراد بنی آدم اپنے منہ میاں مٹھو بن رہے ہیں اور اپنے سوا ہر ایک کو گمراہ اور بیدین سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارا

سوال یہ ہے کہ جس صورت میں ابتک اس امر کا فیصلہ ہی نہیں ہوا کہ گناہ کیا ہے اور ثواب کیا ہے پھر بغیر تصفیہ اس اہم مسئلہ کے یونہی اپنے دل میں یقین کر لینا کہ میں ہی حق پر ہوں اور میرا ہی انجام بخیر ہوگا اور دوسروں کو دوزخ مقدر ہے سو یہ ایک محض دھوکا اور بے وقوفی ہے کیونکہ ہر ایک جانتا ہے کہ تمام قوموں کا اسپر اتفاق نہیں ہے کہ فلاں قول اور فعل گناہ میں داخل ہے اور فلاں گفتار اور کردار گناہ میں داخل نہیں مثلاً بعض فرقے شراب پینا سخت گناہ سمجھتے ہیں اور بعض کے عقیدہ کے موافق جب تک روٹی توڑ کر شراب میں نہ ڈالی جاوے اور ایک نو مرید مع بزرگان دین کے اُس روٹی کو نہ کھاوے اور اُس شراب کو نہ پیوے تب تک دیندار ہونے کی پوری سند حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایسا ہی بعض کے نزدیک اجنبی عورت کو شہوت کی نظر سے دیکھنا بھی زنا ہے مگر بعض کا یہ مذہب ہے کہ ایک خاوند والی عورت بیگانہ مرد سے بیشک اُس صورت میں ہم بستر ہو جاوے جبکہ کسی وجہ سے اولاد نہ ہونے سے نو میدی ہو اور یہ کام نہ صرف جائز بلکہ بڑے ثواب کا موجب ہے اور اختیار ہے کہ دس یا گیارہ بچوں کے پیدا ہونے تک ایسی عورت بیگانہ مرد سے بدکاری میں مشغول رہے۔ ایسا ہی ایک کے نزدیک جوں یا پسو کا مارنا بھی حرام ہے اور دوسرا تمام جانوروں کو سبز ترکاری کی طرح سمجھتا ہے اور ایک کے مذہب میں تمام سفید اور سیاہ سُور بہت عمدہ غذا ہیں اور ایک کے نزدیک سور کا چھونا انسان کو ناپاک کر دیتا ہے۔ اب اس سے ظاہر ہے کہ گناہ کے مسئلہ میں دنیا کو کلی اتفاق نہیں ہے عیسائیوں کے نزدیک حضرت مسیح خدائی کا دعوی کر کے پھر بھی اول درجہ کے معصوم ہیں مگر مسلمانوں کے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی بھی گناہ نہیں کہ انسان اپنے تئیں یا کسی اور کو خدا کے برابر ٹھیراوے۔ پس جب مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہو گیا کہ گناہ کی حقیقت اور ماہیت پر بنی نوع انسان کا بکلی اتفاق نہیں تو پھر طالب حق اور راستی کا پیاسا کیونکر یقین کرے کہ فلاں امر گناہ میں داخل ہے اور فلاں امر گناہ میں داخل نہیں اور کون فارغ جج بیٹھا ہے جو ان ہزارہا متضاد گناہوں اور اختلاف راؤں میں تصفیہ کرے کیا کسی متلاشی حق کے لیے رونے کا مقام نہیں کہ اسکو ایسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب وہ کروڑوں کو دیکھتا ہے کہ انکے نزدیک ایک کو ان سمجھا جاتا ہے اور کروڑوں کو

دیکھتا ہے کہ گانے کو حرام قطعی یقین کرتے ہیں اور اسطرح کے صدہا مسائل مختلفہ پر قومیں اپنی اپنی رائیوں پر اصرار کر رہے ہیں اور ضخیم کتابیں لکھی جا چکی ہیں جن کے مطالعہ کرنیکے لیے بھی آجکل کی عمر کافی نہیں تاکہ متلاشی حق اُنکو دیکھ بھال کرے حق و باطل میں فیصلہ کرے۔ پس میں پوچھتا ہوں کہ لاکھوں مباحثے ہو چکے اور لاکھوں کتابیں شائع ہو چکیں مگر کیا وجہ ہے کہ متلاشی حق کے راہ سے ابھی پتھر نہیں اُٹھے اور کسی نے ایسا راستہ صاف نہیں کیا جو تمام مذاہب کے سرپرستوں اور پابندوں پر فوقیت لیگیا ہو۔ اگر کوئی کہے کہ عقلی اور نقلی دلائل سے ہم متلاشی حق کی تسلی کر دینگے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ اگر ایسا ممکن تھا تو ضرور لاکھوں یکطرف ہو جاتے اور دروغ بیفروغ کا گھر اُجڑ جاتا کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ آریوں ہندوؤں عیسائیوں اور دیگر فرق مخالف نے ہر پہلو سے حق و باطل میں فیصلہ کرنا چاہا کیا زبان سے کیا ہاتھ سے کیا روپے اور جان و مال سے مگر کسیکو ایسی فوق الطاقت اعجازی صورت نصیب نہ ہوئی جو تمام چمگادڑوں کی آنکھوں کو چکا چوندھیا دے۔ پس میں طالبان حق کی خدمت میں ایک طریق فیصلہ پیش کرتا ہوں جس سے تمام ظلمتوں اور تاریکیوں کو ہمیشہ کے لیے رفع دفع کر دیتا ہے اور حلال و حرام اور گناہ اور ثواب میں قطعی فیصلہ کی راہ دکھا دیتا ہے۔ پس پیشتر اس کے کہ ہم اس فیصلہ کو ہدیہ ناظرین کریں اس قدر عرض کرنا ضروری ہے کہ یہ دنیا جیسے کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں ایک مکتب یا مدرسہ ہے جس میں لوگ معرفت الٰہی اور دین حق کیلیے آئے ہوئے ہیں پس جاننا چاہیے کہ اگر کسی سکول میں بعض لڑکوں کا یہ مذہب ہو کہ فلاں کام کے کرنے میں ہمارا آقا یعنی ہیڈ ماسٹر ہمسے راضی ہوگا اور بعض نے اسلیے انکار کیا اور کہا کہ فلاں کام کے کرنے سے اُستاد خوش ہوگا اب بتلاؤ کہ اگر اسطرح لڑکونکی چند پارٹیاں یا فریق بنجاویں اور ہر ایک فریق بزعم خود الگ الگ کام میں اپنے اُستاد کی خوشی کو محدود کرتا ہے تو پھر کسطرح فیصلہ ہو؟ کہ حق کس فریق کے ہاتھ میں ہے اور باقی تمام فریق ناحق تعصب اور کوتاہ اندیشی یا حماقت میں گرفتار ہیں پس آخر کار ایک فریق کا سردار کہتا ہے کہ اسطرح روز کی بحث اور مباحثہ میں سالہا سال سے کوئی نیک نتیجہ نہیں نکلا اور ایسا فیصلہ ناطق نہیں ہوا کہ جس سے جھوٹے کا منہ سیاہ اور راست باز کا منہ سرخ و سپید ہو

پس بہتر یہ ہے کہ تمام فریقوں کے سردار اور تابعین دعا مانگیں یعنی اپنے اُستاد سے جو تمام لڑکوں کے حالات سے واقف اور پورا دانشمند عقیل و فہیم ہے ایک شے طلب کریں جو اُسکے پاس ہے پس جس سردار اور اُسکے فریق کے افراد سے وہ اُستاد جو صاحب عقل و فہم و فراست ہے خوش ہے اور اُن کی کردار اور گفتار سے راضی ہے وہ شے مطلوب اُس سردار اور فریق کو دے گا جس کے اقوال اور افعال سے وہ اتفاق رائے رکھتا ہے لیکن جس فریق سے وہ ناراض اور خفا ہے اور اُنکو بوجہ نافرمانی کے فی الحقیقت انعام و اکرام مطلوبہ کا مستحق نہیں سمجھتا وہ اُسکو ہرگز نہیں دے گا۔ پس اسطرح کے فیصلہ ناطق سے یہ امر بداہت تمام منکشف ہو جائے گا کہ کن لڑکوں کے راہوں اور اعمال اور اقوال سے اُستاد خوش ہے اور کن کے کرموں اور فعلوں سے ناخوش ہے اور کیا کیا اُس کے نزدیک حلال و حرام ہے اور کیا کیا نہیں۔ آخر کار اُن تمام لڑکوں میں سے دو فریق کے سرداروں نے دعا مانگی کہ اُستاد صاحب جس ...... فریق کے کرم اور فعل تیرے ہاں رضامندی کے باعث ہیں اُن کو فلاں انعام بخش تاکہ صادقوں اور فرمانبرداروں کو تیری رضا اور خوشنودی کا تمغہ مل جاوے۔ اور بدکردار نافرمان لڑکوں کی ہمیشہ کے لیے روسیاہی ہو جاوے اور آیندہ کبھی کسی سکول میں ایسا تنازع نہ رہے کہ اُستاد کس شے کو حلال سمجھتا ہے اور کس چیز کو حرام جانتا ہے چند ماہ کے بعد پھر لڑکوں میں تنازع برپا ہوا کہ اُستاد کی خوشنودی اور ناراضی کا پھر فیصلہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ پھر بصورت مذکورہ بالا حق بجانب فریق کو ایکدفعہ اور غیر فریق پر کامل فتح نصیب ہوئی جو پہلے مقابلہ میں شریک نہ ہوا تھا قصہ کوتاہ اسطرح سات دفعہ فیصلہ کیا گیا مگر ہر بار اُستاد نے اُس ایک ہی فریق کی سنی جس کے کرم اور کام پسندیدہ تھے اور باقیوں کی دعا اور درخواست کو ناپسند اور رد کیا اور اُس فریق کے لائق ممبروں کو اکثر اپنے ارادوں اور احکام سے قبل از وقت خبر بھی دیدیتا ہے کیونکہ دانا و مہربان اُستاد یا حاکم اپنے احکام اور ارادوں سے گاہے گاہے سوائے فرمانبرداروں کے اوروں کو اطلاع نہیں دیتا پس جس لڑکے کا یہ کہنا بارہا ٹھیک ہوا ہو کہ ہمارے اُستاد صاحب فلاں حکم جاری کرنیوالے ہیں تو پھر چند روز کے بعد وہی امر وقوع میں آجاوے تو لوگ

جو ضدی اور کینہ ور نہیں ہوتے وہ اس لڑکے کی دوستی اور صداقت کو نمونہ کیطور پر گمان کرتے
اور اسکے ساتھ تعلق اور راہ و رسم پیدا کرتے ہیں لیکن بدطینت حسد و بغض کی آتش میں جلتے ہیں اور در پردہ یا علانیہ گندے الفاظ نکالتے یا چڑھ کیطرح

اب سوچنے کا مقام ہے کہ اُستاد بھی لائق فائق ہے اور عدل و انصاف میں بھی شہرۂ آفاق
ہے اور اپنی ذاتی اغراض سے بکلی پاک و صاف ہے اور اسکے علم و فہم اور عقل و اندازہ
میں کوئی نقص بھی نہیں ۔ بھلا پھر بھی اگر کوئی شورہ بخت اور بد نصیب یہ کہے کہ ہاں
پہلی دفعہ یوں ہی (Chance) یعنی اتفاق ہو گیا تھا ورنہ ہمارے نمبر
ہر ایک فریق سے متجاوز تھے مگر جب چند بار اسیطرح فیصلہ ہوا تو کیا کوئی نیک دل یہ
کہہ سکتا ہے کہ رجسٹرار یا ممتحن ہم سے حسد اور دشمنی اور کینہ رکھتا ہے اور ہماری جماعت کے
لڑکوں کو دیدۂ و دانستہ بغض اور کینہ سے فیل کر دیتا ہے ؟ اور ہماری پارٹی سے عداوت
ذاتی رکھتا ہے ؟

آمدیم برسر مطلب ۔ ناظرین با تمکین وچار کریں کہ ہم تمام لوگ یعنی ہندو و مسلمان
آریہ ۔ سناتن ۔ عیسائی وغیرہ اس دار الابتلا یا مزرعۃ الآخرۃ یا مدرسۃ الدنیا میں چند روزہ
کے لیے آئے ہیں پس ہمیں اُن لوگوں کے ساتھ ہونا چاہیے جن کے کرم یعنی اعمال اور عقائد
درباره حلال و حرام برحق اور خدا کی نظر میں مقبول اور پسندیدہ ہیں جنکی صداقت پر خود
اس دنیا کے رجسٹرار یا منتظم یعنی ربّ العٰلمین نے مہر لگا دی ہے اور ایسا نہیں چاہیے
کہ خود بخود اُن لڑکوں کی طرح آپس میں صرف بحث و مباحثہ میں ہی اپنی چند روزہ زندگانی کا
خاتمہ کر بیٹھیں اور اصل غرض جو اس دنیا میں آنیکی ہے وہ فوت ہو جاوے پس اب ہمیں
یہ دیکھنا ہے کہ آیا اس دنیا میں اس جہان کا مالک کبھی ایسا کرتا ہے یا کبھی اُس نے راستبازوں
اور اُن کے دشمنوں میں اسطرح فیصلہ کیا ہے اور قبل از وقت بعض امور کی اطلاع اپنے
پیاروں اور فرمانبرداروں کو دی ہے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا ہمیشہ سے ہوا کرتا
ہے اور حال میں بھی کئی بار یہ خدائی فیصلہ وقوع میں آچکا ہے جسکی رو سے اُن تمام متضاد
مسائل درباره حلال و حرام اور عقائد فاسدہ و باطلہ میں یکسر فیصلہ ناطق ہو گیا ہے اور
کسی متلاشی حق کو حق کے قبول کرنے میں کوئی تاریکی اور ظلمت یا عذر سدّراہ نہیں رہا ۔

اور ایسا ہی ہونا چاہیے کیونکہ جس صورت میں ادنیٰ عقل و فہم والا اُستاد یا ادنیٰ کارخانہ کا ایک مجازی مالک بھی اپنے فرمانبرداروں اور دشمنوں میں تمیز کرتا ہے اور صدق و وفا دکھانے والوں سے عمدہ ترین سلوک اور احسان کرتا ہے اور نافرمان اور بدکردار کو مورد غضب کرتا ہے تو پھر وہ رب العالمین جس کے گھر میں کسی چیز کی کمی نہیں وہ ایسی خوبیوں اور صفات حسنہ سے اپنے تئیں کیوں محروم اور بے نصیب رکھے؟ سو جاننا چاہیے کہ ایسا فیصلہ ناطق جو تمام جھگڑوں اور اختلاف رائے اور غلط عقیدوں کا یکسر خاتمہ کرتا ہے وہ کئی بار وقوع میں آچکا ہے چنانچہ ذیل میں ہم ایک نظیر کو پیش کرتے ہیں اور پھر ناظرین سے انصاف چاہتے ہیں کہ آیا اب بھی کسی بُت پرست مردہ پرست یا کسی اور دشمن دین کو حق کے قبول کرنے میں شک و شبہ باقی رہا ہے؟ +

خداتعالیٰ کا فیصلہ

اور

آریوں پر اتمام حجت

جاننا چاہیے کہ جب دنیا کی ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ ایک قوم ایک خاص چیز کو جائز اور دوسری کو ناجائز قرار دینے لگتی ہے اور ایک سود اور نیوگ کو بھی حلال اور باعث رضاء الٰہی سمجھنے لگتی ہے اور دوسری ان امور کے ارتکاب کو غضب الٰہی کا پیش خیمہ تجویز کرتی ہے تو اس قابل رحم دنیا کا ایسا حال ہو جاتا ہے جیسے کہ اُس مدرسہ کا حال تصور میں آسکتا ہے جس میں افسروں اور لڑکوں میں سالہا دراز تک در بارہ فرمانبرداری و نافرمانی ایک جھگڑا برپا ہو اور ہر ایک سرکش لڑکا ہر امر میں اپنی راہ اختیار کرے اور اپنی رائے پر ہی زور دے پس ایسے مدرسہ کی خیر اسی صورت میں ہے کہ مدرسہ کا حاکم اعلیٰ بذات خود شریروں اور نیک نیتوں میں کھلم کھلا فیصلہ کردے بشرطیکہ ایسا حاکم اعلیٰ درجہ کی عقل اور فہم اور دیانت امانت اور دیگر صفات حسنہ سے

منصف ہو۔ اسیطرح اس دنیا میں خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے سچائی کے طالبوں کے لیے قطعی فیصلہ کیا جسمیں کسی نیک دل نیک نیت فرد بشر کو عذر کرنے کی گنجایش نہیں۔

اور وہ فیصلہ یہ ہے

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ حضرت اقدس **مرزا غلام احمد** مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے الہام پاکر اور خدا کی تائیدات سے مؤید و منصور ہوکر ہر ایک مذہب و ملت کے امام و مقتدا کی خدمت میں بایں غرض لاکھوں رجسٹری شدہ خطوط بھیجے کہ خدا تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کی صرف ایک صراط مستقیم ہے جسے **اسلام** کہتے ہیں اور باقی سب مذاہب جادۂ راستی سے منحرف اور روگردان ہیں اور اپنی قدیم روحانیات اور برکات سے عاری اور نادار ہیں جنسے اُن کے ابتدائی عمل درامد کرنے والے ممتاز تھے۔ اب صرف اسلام ہی ہے جو تمام مذاہب کی خوبیوں اور ان تمام قدیمی فیوض الٰہیہ اور برکات ربانیہ سے مشرف ہے جو ابتدا سے خدا کے رسولوں اور ان کے سچے اتباع کنندوں کے شامل حال رہی ہیں چنانچہ اس دعوے کے ابطال کرنے والے کو ہزار ہا روپے انعام دینے کا وعدہ بھی کیا۔ آخرکار ایک شخص **لیکھرام** نام جو اپنے تئیں تمام آریہ ورت کے ہندوؤں اور خصوصاً آریوں کی ناک سمجھتا تھا وہ حضرت اقدس محبوب صمد میرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں آکھڑا ہوا۔ اور حضرت اقدس ع نے اسلام اور قرآن کریم اور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات میں چند کتابیں بھی تصنیف کی ہوئی تھیں اور اُن میں سے ایک کتاب سرمہ چشم آریہ کے خاتمہ پر لکھا کہ اگر کوئی ان تمام دلائل عقلیہ و نقلیہ کو جو میں نے سرمہ چشم آریہ میں لکھی ہیں اگر کوئی پھر بھی یہ کہے کہ ان دلائل اور حقائق و معارف نے میرے پر کچھ اثر پیدا نہیں کیا اور نہ میں ان دلائل اور مرزا صاحب کے عقائد دربارہ قرآن کریم و محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق پر ..... انتا ہوں بلکہ میں اس کتاب سرمہ چشم آریہ کو بار بار پڑھ کر اور سمجھکر علانیہ کہتا ہوں کہ اسلام اور اسکے اصول صحیح اور درست نہیں بلکہ وہ سب غلط اور نادرست ہیں تو ایسا مخالف مباہلہ کرکے خدائی فیصلہ کی درخواست حسب مندرجہ کتاب مذکور کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور ایسے باطل پرست کو اس مقابلہ میں ہلاک اور خائب و خاسر

کرے گا اور تمام امور کردنی و ناکردنی کے متعلق ایسا فیصلہ ہو جاوے گا کہ کسی عقلمند کو شک کا امکان نہ رہے گا پس جب لالہ لیکھرام اس کتاب کو بغور پڑھ چکا تو اس نے مباہلہ کے لیے طیاری کی اور جناب الٰہی میں بایں الفاظ سچے فیصلہ کی درخواست کی جسکو ہم بقدر امکان و گنجایش اُسی کے الفاظ میں درج کرتے ہیں۔ دیکھو کلیات آریہ مسافر صہ ۵۸۵

خدائی فیصلہ کی درخواست از جانب لیکھرام

پس کسی دانا کے اس مقولہ پر کہ دروغگو را تا بدروازہ باید رسانید ✝ پر عمل کرکے مرزا صاحب (وکیل اسلام) کی اس آخری التماس کو منظور کرتا ہوں اور مباہلہ کرتا ہوں (یعنی خدا کا فیصلہ مانگتا ہوں) میں نیاز التیام لیکھرام شرما ولد پنڈت تارہ سنگھ شرما (مصنف تکذیب براہین احمدیہ) اقرار صحیح بدرستی ہوش و حواس کرکے کہتا ہوں کہ میں نے مرزا صاحب کے دلائل کو بخوبی سمجھ لیا لیکن اُنھوں نے میرے دل پر کچھ اثر پیدا نہ کیا اور میں پرمیشر کو حاضر ناظر جانکر اقرار کرتا ہوں کہ وید ہی ست ودیاوں کا پستک ہے۔ اور میری روح اور مادہ انادی ہیں اور خدا نے نیست سے ہست نہیں کیا اور نہ وہ کسی کا گناہ بخشتا ہے اور نہ اُسکے ہاں شفاعت کارگر ہے۔ بلکہ قدیم انصاف سے ہر ایک اپنے کرموں کا پھل محدود پاتا ہے اور وید اور اُسکی ساری تعلیمات کو خدا کیطرف سے مانتا ہوں قصہ کوتاہ وید (یعنی آریہ سماج کی تعلیم) کو پرمیشور کی تعلیم یقین کرتا ہوں۔ جسطرح میں راستی کے برخلاف باتوں کو غلط سمجھتا ہوں ایسا ہی میں اسلام کو اور قرآن اور اُسکے اصولوں اور تعلیموں کو جو وید کے مخالف ہیں انکو غلط اور جھوٹا ... سمجھتا ہوں لیکن میرا دوسرا فریق مرزا غلام احمد

حاشیہ ✝ مرزا صاحب کو دروغگو گمان کرکے تا بدروازہ پہونچاتا ہے لیکن یہ بددعا اُسی پر الٹ پڑی کیونکہ بذات خود دروغگو ثابت ہوکے تا بدوزخ رسید ہوا! الحمد للہ علیٰ ذالک اور مرزا صاحب بفضلہ تعالےٰ صادق و راستباز ثابت ہوکر اسی دنیا میں بہشتی زندگی بھوگ رہے ہیں۔ صالح

(صاحب) ہے وہ قرآن کو خدا کا کلام جانتا ہے اور اس کی سب تعلیموں کو درست اور صحیح سمجھتا ہے اور (غلطی سے) لوگوں کو دھوکے میں پھنساتا ہے ہے پرمیشور ہم دونوں میں سچا فیصلہ کر (ایسا ہو) کہ جہالت اور تعصب اور جور و ستم والے کا ناش ہو کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے حضور میں عزت نہیں پاتا۔ دستخط لیکھرام شرما از پشاور +

فیصلہ کی درخواست از جانب حضرت مرزا غلام احمد صاحب

از سرمہ چشم آریہ ص ۹۰-۱۰۰

بعد حمد و صلوٰۃ میں عبداللہ الاحد الصمد غلام احمد ولد میرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم (مؤلف کتاب براہین احمدیہ) حضرت خداوند کریم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ دین اسلام اور قرآن کریم منجانب اللہ ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں۔ قرآن کریم تمام پاک صداقتوں اور سچائیوں پر مشتمل ہے اور اُسکی تعلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وجوب ذاتی اور قدامت ہستی اور قدرت کاملہ اور دوسرے اپنے جمیع صفات میں واحد لا شریک ہے اور سب مخلوقات کا خالق اور سب ارواح و اجسام کا پیدا کنندہ ہے اور صادق وفادار اور ایماندار کو ہمیشہ کے لیے نجات دیگا وہ رحمٰن اور رحیم اور توبہ قبول کرنے والا ہے اور ان تمام باتوں کا پورا ثبوت مجھے اُس نے بذریعہ الہام بھی دیدیا ہے۔ الغرض میں دل و جان سے قرآنی صداقتوں اور اُسکی کل تعلیموں کو منجانب اللہ مانتا ہوں اور دوسرا فریق مخالف (آریہ) دعوے کرتا ہے کہ نعوذ باللہ سیدنا محمد مصطفیٰ سچے نبی نہیں اور قرآن کریم انجیل نہ توارت وغیرہ سب جعلی کتابیں ہیں اور خدا کیطرف سے نازل نہیں ہوئیں اور کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ ارواح اور اجسام کا پیدا کنندہ نہیں اور نجات یعنی مکتی ابدی ہرگز نہیں اور جو کچھ ویدوں میں بھرا ہوا ہے وہ سب سچ ہے اور اس کے برخلاف جو قرآن شریف میں ہے وہ سب جھوٹ ہے سوائے قادر مطلق خدا تو ہم دونوں فریقوں میں سچا فیصلہ کر اور ہم دونوں میں سے جو شخص اپنے بیانات میں اور اپنے عقائد میں جھوٹا ہے

اور بصیرت کی راہ سے نہیں بلکہ تعصب اور ضد کی راہ سے ایسی باتیں
مُنہ پر لاتا ہے جنپر یقین کرنے کے لیے کوئی قطعی دلیل اسکے ہاتھ میں نہیں
پس اے قادر کبیر کوئی اپنا عذاب نازل کرکے کاذب کی پردہ دری کر
اور صادق کی مدد کر۔ اور لعنت سے بھرے ہوئے دُکھ کی مار ایسے شخص
کو پہونچا جو دانستہ سچائی سے دور اور راستی کا دشمن اور راست بازی کا
مخالف ہے کیونکہ سب قدرت اور انصاف اور عدالت تیرے ہی
ہاتھ میں ہے آمین یارب العلمین ✢ (مرزا غلام احمد قادیانی)

غرض ابھی یہ مقدمہ خدا تعالے کی عدالت میں پیش ہوا ہی تھا کہ لیکھرام نے پھر حضرت اقدس کو برملا لکھ بھیجا کہ جو چاہو میری قضاء و قدر کی نسبت پیشگوئی کردو میری طرفسے اجازت ہے اسپر حضرت مرزا صاحب نے ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو بذریعہ الہام اشتہار دیا کہ یہ شخص مسمی لیکھرام پشاوری اپنی بدزبانیوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبیوں کی سزا میں عذاب شدید میں مبتلا ہو جاوے گا اور (۱) چھ برس کے اندر (۲) بذریعہ تیغ براں ہیبت ناک طور سے اس غدار دنیا سے رخصت ہو جاوے گا اور (۳) اس کو مارنے والا فرشتہ بشکل انسانی ہوگا جو ہرگز گرفتار نہ ہو سکے گا اور (۴) اس کا مرنا ایسے دردناک طور سے ہوگا کہ لوگوں کے دل ہل جاویں گے اور (۵) عید کے دوسرے روز اسکی زندگی کا خاتمہ ہو جاوے گا۔ یہ سارا ماجرا کرامات الصادقین۔ برکات الدعاء۔ اور آئینہ کمالات اسلام میں بتفصیل تمام و تشریح مالا کلام بار بار شائع کیا گیا۔ اُدھر سے لیکھرام نے بھی بڑی شدومد سے شائع کیا کہ مجھے الہام ہوا کہ مرزا صاحب (نعوذ باللہ) تین سال کے اندر بمرض ہیضہ فوت ہو جاویں گے اور علاوہ ازیں لیکھرام نے یہ بھی تحریر کیا کہ ہمارا الہام یہ کہتا ہے کہ لڑکا کیا تین سال کے اندر اندر آپکا (مرزا صاحب کا) خاتمہ ہو جاوے گا ✦

حاشیہ ✢ مرزا صاحب بفضل اللہ تعالی آجتک جو ۲۲ جولائی ۱۹۰۴ء ہے زندہ صحیح سلامت ہیں اور بجائے ایک لڑکے کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں موجود ہیں مگر لیکھرام جل کر راکھ ہو گیا

اور آپ کی ذریت میں سے ایک بھی زندہ نہ رہے گا۔ (دیکھو کلیات آریہ مسافر صفحہ ۵۰۱ سطر ۳۲ - ۳۳۔)

پس مندرجہ بالا بیانات سے ہر ایک دانشمند پر یہ امر بہ بداہت کھلگیا کہ اہل اسلام اور اہل وید یعنی آریوں کے درمیان جھگڑا برپا ہو گیا تھا اور ہر ایک اپنے مذہب کو منجانب اللہ گردانتا تھا لیکن صورت فیصلہ یہ قرار پائی کہ وکیل اسلام (مرزا صاحب) اور وکیل اہل وید و آریہ سماج (لیکھرام) حقیقی مالک سے دست بدعا ہوں کہ وہ جو دیالو اور کرپالو اور سرب شکتیمان ہے وہ اپنوں اور بیگانوں میں اور بھگتوں اور پاپیوں میں قطعی فیصلہ کرے یعنی جس کے اصول منجانب اللہ اور خدا کی نظر میں پسندیدہ ہیں اُسکو روز افزوں ترقی نصیب ہو لیکن جو ناحق کی طرف داری کرتا ہے اور خدا کی نافرمانیوں اور تعصب اور ہٹ دھرمی پر اصرار کرتا ہے اُسکو لعنت سے بھرے ہوئے دُکھ کی مار ہو تاکہ اس کے ہم مذہب اور ہم قوم اس کے اصول اور مذہب سے تائب ہو کر سچے اور

بقیہ حاشیہ

اور گھر تباہ ہو گیا اب اُس بدبخت کو کیا سزا دینی چاہیے جس نے نہایت کمینگی سے خدا پر افترا کرکے لوگوں کو دھوکا دیا اور کہا کہ تین سال کے اندر مرزا صاحب کا اور اُن کے خاندان کا خاتمہ ہو جاوے گا اور اُن کی ذریت سے ایک بھی زندہ باقی نہ رہے گا اب ہم لیکھرام کو جھوٹا سمجھیں یا آریہ مت کے فرضی پرمیشر کے درپے ہوں یا ویدک دھرم کا قلع قمع کریں کیونکہ لیکھرام کا الہام خام غلط گیا اور اُس کا دیال اُس کو اور اُس کی ذریت کو جڑ سے کاٹ گیا الحمدللہ خدا کا انصاف آریہ وکیل کو ہلاک کرکے اس کے اصول کو باطل کر گیا اور اسلام اور اس کے اصول کی تصدیق ہو گئی۔ کیونکہ پرماتما کا کوئی کام بغیر حکمت اور دانائی کے ظہور پذیر نہیں ہوتا۔ دیکھو کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۹۹ مگر نہایت ٹھنڈے دل سے ناظرین کو خواہ وہ آریہ ہندو ہوں یا مسلمان احمدی و غیر احمدی ہوں اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ آج سے دو سو برس پہلے جو لوگ ہماری طرح اس ملک میں بود و باش رکھتے تھے اور نیک و بد اعمال کے مرتکب اور مکتسب تھے وہ اب کہاں گئے اور وہ خوبصورت محبت کرنیوالی مائیں اور دلفریب عفیفہ بیویاں اور بھائی اور غمگسار بہنیں جنکی خاطر حق و باطل (بت پرستی) اور حلال و حرام

وہ اب کہاں ہیں اور وہ ہمارے بزرگ آباء و اجداد جنھوں نے ہمارے محض وجودی نشو و نما کی خاطر اپنے آپ پر سیکڑوں سیاہ کاریاں گداگروں اور بادشاہوں کی گذرگاہ ہے اور وہ زبردست حاکم جنکے رعب و سطوت سے دلوں پر لرزہ پڑتا تھا اور ملک تہلکہ پڑجاتا کیسا احمق اور اپنی جان پر ظلم کرنیوالا ہے کہ اپنے اور بیگانوں کے رعب اور ملامت سے ڈر کر خدا کے زبردست اور صاف فیصلہ کو قبول نہیں کرتا پر آج پاک اور مبرا ہے اور سچا فیصلہ کرنا اور فتح و شکست اسی کے اختیار میں ہے وہ مجرم اور دیدہ و دانستہ حق سے روگردانی اور فرار کرنیوالا لیکن گر

پاک اصول والے مذہب کو اختیار کریں - اور جھوٹے مذہب کی کتاب اور احکام بد سے پرہیز کریں - کیونکہ خدا جو مہربان اور دیالو ہے وہ ہرگز ایسا نہیں کرتا کہ نیک اور صلحکار کو بغیر قصور کے ہلاک کر دے اور کاذب اور ملعون کو عزت بخشے کیونکہ بقول سوامی جی کل دنیا کا فیض رسان اور دھرم پر چلنے والا دیرپا ہوتا ہے مگر مفسد اور فتنہ پرداز قبل از وقت کاٹا جاتا ہے - ستیارتھ باب + خدا تعالے کی قدرت دیکھو کہ مرزا صاحب تو اب تک بفضل اللہ تعالے بخیر بیت زندہ اور صحیح و سلامت ہیں اور لالہ لیکھرام اپنی کرتوتوں اور اُن بے ادبیوں اور گستاخیوں کی سزا میں اُسی روز یعنی عید کے دوسرے روز ہلاک ہوا جیسا کہ چار سال پہلے بذریعہ الہام مشتہر ہو چکا تھا اور مارنے والا فرشتہ بشکل انسان تھا وہ عین شہر لاہور میں دن کے وقت ہزاروں انسانوں کے درمیان اس شخص کو ہلاک کر گیا جس کے سر پر غضب الٰہی پڑا منڈلاتا تھا اور جب پیشگوئی تلوار سے لیکھرام ہلاک ہو گیا ✱ اور آریہ سماج اور ویدک

✱**حاشیہ** اس موقع پر یاد رکھنا چاہیے کہ اگر معاملہ برعکس ہوتا یعنی لیکھرام جیتا رہتا تو جو کچھ آریہ بولنے شور مچاتا تھا اور بار بار جلسے کر کے گالی گلوچ اور ٹھٹھے تمسخر سے کام لیتا تھا وہ ہر ایک کو قیاس کرنے سے خوب سمجھ میں آ سکتا ہے اگر خدانخواستہ مرزا صاحب موصوف کے برخلاف لیکھرام کی پیشگوئی پوری ہو جاتی تب بھی آریوں کی درندگی کا سماں خوب ذہن میں بندھ سکتا ہے خدا جانے آریہ سبھیں اور اسلام اور بانیٔ اسلام اور قرآن شریف کی شان میں کیا کچھ کہتے اور کیا کچھ لکھ کر تاریخ کے اوراق کو سیاہ کرتے - مگر اتنا تو بخوبی ہر ایک ذہن نشین کر سکتا ہے کہ رام بھجدت اور یوگندر پال جیسے دھرمیاں پرجوش آریہ مسجد کے دروازوں پر اکٹھے ہوتے اور نمازیوں کو شدھ کرنے کے لیے تمام سامان مہیا کر لیتے اور بیچارے مسلمانوں کو بازاروں میں چلنا پھرنا محال ہو جاتا اور دفتروں میں منہ دکھانا مشکل ہو جاتا - اسی طرح اگر لیکھرام مرزا صاحب کی طرح عمر رسیدہ ہوتا اور گذر جاتا...... تب بھی انھیں خدائی فیصلہ کے قبول کرنے میں چون و چرا نہ کرنا چاہیے تھا مگر اب تو ہر بات...... خواہ عمر کے متعلق ہو خواہ عمدہ صحت کے متعلق ہو آریوں کے ہی حق میں بہتر نظر آتی ہے مگر جہاں خدائی فیصلہ ہوا کرتا ہے اور کروڑوں کے ایمان

اصول اور تعلیم پر کذب کی مہر لگا کر اسلام کی تعلیم اور اصول کی صداقت پر ایسی پختہ مہر لگا دی کہ کسی بحث اور مباحثہ سے ایسا ہونا ناممکن تھا +

اب ہر ایک عقلمند بنظر تعمق اور مطالعہ کے بعد اپنی عاقبت کو سنوار سکتا ہے یا اسکو بگاڑ سکتا ہے اور اسبات پر یقین کرے گا کہ پرمیشور جو سرب شکتیمان اور بے انتہا طاقتوں کا مالک ہے اور یا اینہمہ نیاکاری اور دیالو (رحیم) بھی ہے اس نے ان سب باتوں کو مدنظر رکھکر نہایت صفائی اور انصاف سے ایسا فیصلہ کر دیا جیسے کہ ایک مدرسہ کا حاکم اعلیٰ متنازعہ فیہ امر میں اپنے قول فیصل سے تصفیہ کرتا ہے اور کسی کو تاہ اندیش لڑکے کو چون وچرا کرنے کی گنجایش نہیں چھوڑتا یعنی اس مقدمہ میں یہ فیصلہ ہو گیا کہ آیا قرآنی تعلیم اور اسلامی اصول اس جہان کے مالک حقیقی کی نظر میں پسندیدہ ہیں یا ویدک دھرم کے اصول ۔ کیونکہ ہر ایک فریق نے پرمیشر سے دعا مانگ کر بھی الہام الٰہی مشتہر کیا تھا کہ جھوٹے کو دکھ کی مار ہو گی چنانچہ لیکھرام کا الہام کہتا تھا کہ نعوذ باللہ وکیل اسلام (مرزا صاحب) تین سال تک رحلت کر جاویں گے لیکن حضرت مرزا صاحب کو الہاماً معلوم ہوا تھا کہ لیکھرام جو اسلام اور بانیٔ اسلام کا مکذب اور توہین کرنے والا ہے اسکی پاداش اور سزا میں فلاں قسم اور فلاں ذریعہ سے ہلاک ہو جاوے گا اور کوئی نہیں کہ اسے بچا سکے پس اگر آریہ سماج خدا تعالےٰ کو قادر مطلق اور ستّ (سچ) کا حامی اور استّ (جھوٹ) کا ناش کرنے والا اور نیاکاری اور دیالو یقین کرتی ہے تو اب اُسپر فرض ہے کہ لیکھرام کی موت

بقیہ حاشیہ

اور دھرم پر اثر پڑتا ہے وہاں پرمیشر ایسی سنگدلی اور ظلم کا اظہار نہیں کیا کرتا کہ صادق کو تباہ اور خائب وخاسر اور ناکام ونامراد کر کے لوگوں کو آپ بے ایمان بناوے اور حق وباطل میں گڑبڑ ڈالدے پس جو کچھ حق وانصاف خدا کی درگاہ میں نظر آیا اُس کا اظہار دنیا میں کر دیا اب اگر کوئی مانے یا نہ مانے ہر ایک شخص اپنے دلکو خوب جانتا ہے اور اپنے مافی الضمیر کا ذمہ وار ہو گا ۔ انسان زبان سے سو جھوٹی دلیلیں جوڑتا ہے لیکن اس کے باطن میں نفس لوامہ اسکو ملزم کرتا ہے کہ ہمیں ضرور حق کا بول بالا ہوا اور جھوٹ کا ناش ہو گیا ۔ بل الانسان علیٰ نفسہ بصیرۃ ولو القیٰ معاذیرہ

اور اُس کے ناکام و نامراد رہنے سے عبرت پکڑے ورنہ آیندہ کبھی مُنہ پر یہ الفاظ نہ لائے کہ پرمیشور جھوٹھ کا ناش کرنے والا اور حق کا حامی ہے اور نہ کبھی آریہ سماج اپنے دوسرے نیم یعنی اصول کا ذکر بھی کرے کہ پرمیشور حق و باطل میں انصافانہ فیصلہ کر دیتا ہے اور وہ عادل رحیم اور بے عیب ہے اور وہ پرماتما کاذب کو جس کے کرم اور کام اچھے نہوں نیکو کار منش کے مقابلہ میں خائب و خاسر کر دیتا ہے اور اُسپر لعنت اور دُکھ کی مار ہوتی ہے پس اگر لیکھرام کا

حاشیہ ✻ دراصل لیکھرام دونوں جہان سے نامراد گیا۔ وجہ یہ کہ عین عالم شباب اور اُٹھتی جوانی میں اپنے حریف کے مقابلہ میں ہلاک ہو گیا اور اپنے نامراد مرنے سے اپنے مذہب کا بطلان بذات خود بپایۂ ثبوت پہونچا گیا اور پیسہ اخبار ۱۳ مارچ ۱۸۹۷ء میں لکھا ہے کہ "اس شخص کے مارے جلنے کی مشہور روایت یہ ہے کہ یہ شخص کسی عورت سے ناجائز تعلق رکھتا تھا اور یہی عام طور سے کہا جاتا ہے اور یقین کیا جاتا ہے"۔ پس اس سے زیادہ اور کیا ذلت ہو گی کہ دنیا سے جاتا ہوا اپنی زندگی بھر کی عزت کو خاک میں ملا گیا۔ ہاں یہ عذر ہو سکتا ہے کہ بموجب مسئلہ نیوگ وہ کسی آریہ مہاشے کی راج دُلاری عورت سے زنا نہیں بلکہ نیوگ کرتا ہو گا اس لیے اسی کار خیر اور اُس کی استری کی سیوا میں شہید ہو گیا جس کی نظیر آریہ ورت میں مفقود ہے۔ ہاں زمانہ سلف کے ہندوؤں میں ایسے آریہ بہت تھے جس طرح پانڈو راجہ کی عورت کنتی اور مادری وغیرہ نے کیا اور جس طرح بیاس جی نے چترانگد اور بچترویریہ کے مرنیکے بعد اُن اپنے بھائیوں کی بیویوں سے نیوگ کر کے امبکا امبا کے بطن سے دھرت راشٹر اور امبالکا کے بیٹے یعنی پانڈو اور داسی کے بطن سے ودُر کو پیدا کیا وغیرہ وغیرہ دیکھو ستیارتھ پرکاش باب ۴ مگر تعجب یہ ہے کہ پانڈو جو پانچ بھائی تھے اُن سب کی زوجہ دروپدی ہی تھی۔ کیا یہ راجہ وید مقدس پر عملدرآمد کرتے تھے یا منو کے قوانین پر جس نے گیارہ قسم کے بیٹے تجویز کیے ہیں جن میں ایک قسم کا بیٹا لکھا ہے کہ دختر باختر قبل از نکاح اپنے پتا یعنی باپ کے گھر میں ہی خلوت میں لڑکا پیدا کرے۔ منہ

معاملہ اور خدائی فیصلہ جس نے اُسے جھوٹا اور ناکام قرار دیا ہے۔ اگر در حقیقت سچ مچ سرب شکتیمان پرمیشور کے بدرستی ہوش وحواس اور جیتے جاگتے ہوا ہے تو بیشک وید اور آریہ سماج کی تعلیم کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ ہاں اگر آریہ سماج کا دوسرا اتیم ٹھیک نہیں یا پرمیشور کی صفات اُس نازک وقت میں جب وید اور اُس کی تعلیم کا قلع قمع ہو رہا تھا کارگر نہ تھے تو بیشک کوئی فضولیات اور معقول عذر بن سکتا ہے مگر بے فائدہ کیونکہ آخر جھوٹھ جھوٹھ ہے۔ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے حق یہ ہے کہ اگر اس تمام کارروائی اور فریقین کے بیانات کو کسی حاکم مجسٹریٹ کے انصاف پر چھوڑا جاوے تو بیشک آریوں پر ڈگری ہو جاوے گی بلکہ ہو گئی ٭

اسجگہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ لیکھرام نے اپنے تئیں بچانے کے لیے کوشش بلیغ کی۔ چنانچہ وہ ہمیشہ دیہات اور قصبات میں وعظ کیا کرتا تھا لیکن عید کے دوسرے روز کو نزدیک آتے دیکھکر طبعاً اُس کے ہوش وحواس باختہ ہوتے تھے اور وہ حسب معمول مارچ ۱۸۹۷ء کو ملتان کی طرف سے اپنا مقرر کردہ لیکچر چھوڑ لاہور آگیا اور گاؤں اور قصبوں میں اپنی زندگی کو کافی طور سے محفوظ نہ پاکر علین دار الخلافہ لاہور میں آچھپا۔ درحقیقت پنجاب میں لاہور سے اور کوئی جگہ اُسکے ذہن میں نہ آتی تھی جو زیادہ محفوظ ہو۔ قصہ کوتاہ اس نے خود حفاظتی میں کوئی انسانی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا تھا مگر اجل نے سب تدبیروں کے مقفل دروازوں کو توڑ پھوڑ کر مکان کی چوتھی منزل میں اُسے جالیا وہ دیہات اور شہروں سے کنارہ کشی کرکے آچھپا تھا مگر خدا کا غضب سب دروازوں اور حجابوں کو چیر پھاڑ کر علین لیکھرام پر بجلی کیطرح آپڑا اور ایک کی جان جانے سے لاکھوں کی جانیں بطلان اور ناراستی سے نکل جادۂ راستی پر آگئیں فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ

پس مندرجۂ بالا بیان سے ظاہر ہو گیا کہ حق کس مذہب اور کس کتاب میں ہے میں پہلے کہہ آیا ہوں کہ آریہ یا عیسائی صرف عقلی دلائل اور نقلی تو دۂ طوفان سے کسی متلاشئ حق کی تسلی نہیں کر سکتا چنانچہ تاریخ گواہی دیتی ہے کہ لاکھوں کتابیں لکھی گئی ہیں جنمیں ایک چیز کے حلال اور مفید ہونے کے ثبوت میں صدہا ورق سیاہ کیے گئے ہیں اور دوسری میں اُسی چیز کے حرام اور انسانی صحت کے لیے مضر اور نقصان رساں ہونیمیں

صدہا عقلی و نقلی ثبوت درج ہیں الغرض کونسا جج اور فارغ منش انسان ایسا ہے کہ ان صدہا بلکہ ہزارہا مسائل مختلفہ کی تحقیقات میں موشگافی سے کام لے کر ان کی حقانیت اور ماہیت کو پہونچے اگر ہر ایک مدرسہ کا ہیڈ ماسٹر یا کسی کارخانہ کا افسر اعلیٰ اپنے نوکروں اور ماتحتوں کو عقلی دلائل سے ہی اپنے تمام امور کردنی و ناکردنی منوایا۔ تو غالباً کسی کارخانہ یا مالک کا انتظام اور بند و بست سرانجام کو نہیں پہنچے گا۔ بلکہ دنیا میں یہی قاعدہ ہے کہ جب بادشاہ کسی پر بدرجہ کمال خوش و خورم ہوتا ہے تو اسکو عزو شرف سے ممتاز کر کے کسی جگہ کا حاکم بناتا ہے اور اس کے اوامر و نواہی اور اقوال و افعال جو بادشاہ کی نظر میں پاس ہو کر دوسروں کے لیے بجائے نمونہ کے ہوتے ہیں۔ بادشاہ کے فرمانبرداروں کے لیے حجت ٹھیرتے ہیں اور جو شخص حاکم اعلیٰ کے اقوال و اعمال سے روگردانی کرتا ہے وہ باغی اور بادشاہ کا نافرمان سمجھا جاتا ہے۔ اسیطرح اب لیکھرام اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے باہمی مقابلہ اور مباہلہ سے معلوم ہو گیا کہ خدا کو کس کے کام پسند ہیں اور کس کے ناپسند ہیں پس اب کسی کا اس فیصلہ سے انکار کرنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ درحقیقت میں اس قابل تھا کہ یونیورسٹی مجھے فلاں امتحان میں پاس کر دے مگر اس نے بے ایمانی اور حسد اور بغض سے کام لیکر مجھ حقدار کو محروم کیا اور فلاں نالائق کو اس عزو شرف سے ممتاز کیا جسمیں اُس کا کوئی حصہ اور حق نہ تھا +

پس واضح ہو کہ اس فیصلہ سے معلوم ہو گیا کہ خدا کی نظر میں کونسی کونسی چیز حلال ہیں اور کونسی کونسی حرام۔ اب کسی انصاف پسند آریہ کو صداقت قرآن میں جائے اعتراض اور عذر کرنے کی گنجایش نہیں +

بعض کوتاہ اندیش اور عقل کے دشمنوں نے یہ ظن کیا کہ لیکھرام کو مرزا صاحب کے کسی مریدنے مار دیا ہو گا پس ان لوگوں سے پوچھنا چاہیے کہ اگر مرزا صاحب یا آپ کے کسی مریدنے ایسی پیشگوئی کو اپنے ہاتھوں سے پورا کرنے کی ٹھانی ہوئی تھی تو کیا ایسے بدکاموں اور منصوبوں اور چوریوں کے لیے سالہا سال پہلے اشتہار دیا کرتے ہیں کہ فلاں دشمن کو فلاں روز اور فلاں تاریخ اور فلاں وقت اور اتنے سال میں قتل کر دیا جائے گا ایسی حالتوں اور صورتوں میں اگر کسی کا وار اتفاقاً چلتا بھی جاتا ہے تب بھی وہ وار چل نہیں سکتا کیونکہ کوئی بشر قبل از وقت ایسا نہیں کہہ سکتا کہ قتل

کرنے والا کبھی گرفتار نہ ہو سکے گا خواہ تمام دنیا اُس کے گرفتار کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے - یہی تو معجزہ اور خدائی طاقت اور پرمیشور کے علم غیب اور قدرت کاملہ کا ثبوت ہے کہ بذریعہ اشتہارات واخبارات اس پیشگوئی کی اشاعت اپنوں اور بیگانوں کے ہاتھوں سے ہوئی اور تمام قوم آریہ اور ہنود اور اہل اسلام کی حقانیت اور بطلان کا معاملہ آپڑا اور فریقین بڑی انتظار میں تھے کہ جس قوم کے وکیل کی دعا کارگر ہوئی اور جس کا دشمن ہلاک ہو گیا وہی قوم راست باز کہلائیگی اور اُسی کے اصول اور اُسی کا مذہب مخالف اور مغلوب ہونیوالے فریق کو اختیار کرنا پڑے گا اور فریقین میں سے جو ہلاک ہو گیا اور جسکی دعا رد کیگئی وہ اور اُس کا مذہب علیٰ رؤس الاشہاد غلط اور جادۂ راستی سے دور تسلیم کرلیا جاوے گا ٭

حق یہ ہے کہ اگر اسموقعہ پر پرمیشور نے دیدہ ودانستہ اپنے پیارے بندہ کی رعایت اور تائید نہ کی اور یا نہ کرسکا تو بہت ہی ناانصافی اور قابل مواخذہ حرکت اُس سے سرزد ہوئی ایسی بیوفائی اور غیریت اور ناآشنائی کبھی کسی نالائق آقا سے بھی ظہور میں نہیں آئی چہ جائیکہ اسکو پرمیشور کیطرف منسوب کیا جاوے - پس اب تمام آریوں اور راستی کے پیاسوں کیلیے ایک عبرت کا مقام ہے کہ اگر لیکھرام جیسے وید کے فدائی کی پرمیشور نے ذرہ مدد اور دستگیری نہ کی اور ویدک دھرم اور ویدک اصول کی لاج نہ رکھی تو ایسے فرضی سنگدل بیرحم بے زبان اور بیکس وجود بے سود سے اور کس چیز کی اُمید ہو سکتی ہے ؟ ایسے نازک موقع میں اُسنے دعا قبول نہ کی تو پھر اور کونسا ایسا موقع ہو گا کہ اُسکی مدد اور نصرت پر بھروسہ کیا جاوے - جس حالت میں لیکھرام ساری عمر وید وید گاتا پھرا اور اُس نے اپنی جان ومال اور عزو شرف وید کے پرمیشور کی عزت قائم کرنے کیلیے وقف کر رکھا تھا پھر ہر ایک حق پسند اہل علم و دانش پر فرض ہے کہ جلد تر ایسے پرمیشور اور اُسکی تعلیم سے کنارہ کشی کرے پیشتر اسکے کہ اُس کا ناک میں دم آجاوے اور سوائے دہریہ بننے کے اور کوئی راہ نہ سوجھے وید کے پرمیشور کی بھی بڑی عادت یہی ہے کہ وہ دعا قبول نہیں کیا کرتا کیونکہ زمانہ سلف کے آریونکو بھی نیک بخت اسیطرح دم دینا رہا ہے ایکطرف تو وہ کہتا ہے کہ مجھسے اسطرح دعا مانگو کہ "ہے سبھا اور قوم کے مالک آپ اُن لوگونکو جو ہمارے ساتھ دشمنی کرتے ہیں یا غیبت کریں - یا ہمارے ساتھ فریب کریں اُن سبکو جلا کر خاک کر ڈالیے"

...کا وکیل نہیں گردانا تھا سو واضح ہو کہ یہ بالکل دروغ بیفروغ ہے کیونکہ اگر اُسکو وکیل ویدک دھرم نہیں ٹھیرایا تھا تو قوم کے زہر خورانی کا ارتکاب کیا اگر اُسے وکیل نہیں ٹھیرایا تھا تو بعد از وقت لیکھرام کی موت کے بعد اس رازِ نہانی اور بدگمانی کا کیوں یعنی جب تک پنڈت کی جوانی چالاکی اور مقابلہ مباہلہ میں زندگی اور ناکامیابی آریوں کی اُمیدوں کی قبلہ گاہ بنی ہوئی تھی اُسوقت تک مشتے یاد آمد - مگر اب کیا ہو سکتا تھا - مناسب تھا کہ جب اُسنے مباہلہ کیا اُسی وقت اُسکو جواب دیتے کہ لالہ صاحب ہم نہیں جانتے

دیکھو دیانندی یجروید بھاش صفحہ ۱۰۹۶) مگر دوسری طرف محمد غوری - سلطان محمود کو غلبہ بخشکر آریہ ورت کی وہ گت بنوائی کہ آریوں کو اس کے سوا اور کوئی بات بن نہ آئی کہ آئندہ پرمیشر کے وعدوں پر اعتبار نہ کیا جاوے یا ویدک دعاؤں کے نیک بد اثر ہونے کا انکار محض کیا جاوے اگرچہ چوتھا حصہ وید کا دعاؤں سے بھرپور ہے لیکن پرمیشور نے اپنا اعتبار آپ گنوایا ہے اور رہی سہی عزت سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے ہمیں کسی اور کا کیا قصور - آپ کیتی اور آپ بیتی کا معاملہ ہے الخ

ہاں اسجگہ اتنا بیان کر دینا بھی ازبس ضروری ہے کہ حضرت مسیح الزمان ہادی الدوران صلوات الرحمن نے ہر ایک کور باطن کے تمام عذرات کو پاش پاش کرنے کی غرض سے یہ بھی اعلان دیدیا تھا کہ اگر آریہ سماج لیکھرام کی ✻ موت کو خدا کے غضب اور لعنت کا نتیجہ نہیں

✻ حاشیہ

بعض لوگ اپنی کم فہمی اور قلت تدبر سے یہ کہتے ہیں کہ بیشک لیکھرام کی نسبت جو پیشگوئی تھی پوری ہوگئی کہ وہ تاریخ اور وقت اور میعاد اور دن مقررہ میں ہی تمام شرائط مختلفہ کے مطابق ہلاک ہو کر اپنے مذہب آریہ کا باطل اور ہیچ ہونا ثابت کر گیا لیکن آتھم کی نسبت جو پیشگوئی حضرت مرزا صاحب نے کی تھی وہ پوری نہیں ہوئی بس اس غلطی اور قلت تدبر کا جواب یہ ہے کہ ہم مخالفین سے دریافت کرتے ہیں کہ تم بڑے سے بڑا صرف اتنا ہی اعتراض کر سکتے ہو کہ مرزا صاحب خدا تعالیٰ سے علم غیب اور الہام پا کر پیشگوئی نہیں کرتے بلکہ اپنی دماغی طاقتوں اور لوگوں کے امراض مخفیہ اور تقاضائے عمر وغیرہ کا ملاحظہ کر کے پیشگوئی کر دیتے ہیں - پس انکو یاد رکھنا چاہیے کہ مرزا صاحب نے منجملہ اور بہت سی پیشگوئیوں کے دو درست پیشگوئیاں کی ہیں ایک تو سفید ریش بڈھے انسان کے حق میں کی ہے جسکی کیفیت یہ ہے کہ اگر پادری عبداللہ آتھم حق کیطرف رجوع نہ کرے گا یعنی اپنی شوخیوں اور اسلام پر بیجا حملوں اور توہین اور ہتک آمیز کلمات سے پرہیز نہ کرے گا تو وہ پندرہ ۱۵ مہینے کے اندر ہاویہ میں گرایا جاویگا اور دوسری پیشگوئی کی حقیقت یہ ہے کہ لیکھرام جو مضبوط تندرست اور تیس ۳۰ سالہ ہٹا کٹا جوان پنڈت ہے یہ اپنی گستاخیوں اور شرارتوں اور توہین و ہتک آمیز کلمات کی سزا میں جو اس نے اسلام اور بانی اسلام کے حق میں لکھے اور رہے ہیں چھ سال کے اندر اندر دن کے

✻ - اے میری قوم! اے میرے قدیمی مہربانو! اے میرے پیارے بھائی بندو! اے میری پیاری نیک طینت ماؤ اور میری زاد بوم کے بچو جوانو میں نہیں لانا چاہتا تھا مگر کیا کروں کس کے آگے روؤں اور کس کے آگے اور کس جنگل میں جا کر اپنے دل کا بخار نکالوں اور اس فرضی پرمیشر کو کن نرم الفاظ کے ذریعہ سے اسکی اصلاح کروں اور کن تہذیب کے الفاظ کا جامہ پہناؤں جس کا قول مباہلہ مذکورہ بالا سے ہر کس و ناکس

سمجھتی اور مباہلہ مذکور کی رو سے میری دعا کا اثر تجویز نہیں کرتی جس سے وید اور آریہ سماج کی مخالف تعلیم اور غلط اصول کا خدائی فیصلہ سے یکسر قلع قمع متصور کیا جاوے تو پھر دوبارہ آریوں کو موقع دیا جاتا ہے کہ ان میں سے کوئی مشہور و معروف جوان اور مضبوط کلیجہ والا آریہ اس امر پر پھر قسم اُٹھا جاوے تو اسحالت میں ایسے قسم کھانیوالے کے لیے میں پھر یہ دعا کروں گا پس اگر ایسا کرنے والا ایک سال کے اندر خدا کے قہر سے جسمیں انسانی ہاتھوں کی آمیزش اور منصوبہ متصور نہ ہو سکے تو بیشک مجھے (میرزا صاحب) لیکھرام کا قاتل اور زیر منصوبہ قرار دیا جاوے لیکن اگر دوسرا بھی سال کے اندر آسمانی بلا اور غضب سے ہلاک ہوگیا اور ہم

بقیہ حاشیہ

چھوٹے گھنٹے اور رچھ کے چھوٹے چھلکے میں اور عید کے دوسرے دن ضرور بضرور ہلاک ہو جاویگا اور کوئی اسکو بچا نہیں سکتا - اب ہر ایک محقق جان سکتا ہے کہ ظاہر عوارض اور زیر لبوں اور عمر کے تقاضاؤں کو مد نظر رکھکر کوئی ایسا نہیں کر سکتا اور نہ کسی احمق مفتری نے کیا ہے کہ مضبوط جوان کے لیے تو یہ پیشگوئی کرے کہ یہ بہر صورت ہلاک ہوگا اسکو کوئی کسی صورت میں بچا نہیں سکتا اس کی موت اٹل ہے جو فلاں دن وارد ہو کر رہے گی اور ساٹھ سال کا بڈھا ضرور بچ جاوے گا بشرطیکہ یہ اپنی سابقہ شرارتوں اور افترا پردازیوں سے باز آجاوے - اب ہم صرف عقلمندوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا کوئی احمق ایسا ہے کہ اپنی طرف سے جھوٹھ بولے اور یہ پیشگوئی کرے کہ فلاں جوان سی سالہ کسی حالت میں جانبر نہیں ہو سکے گا بلکہ اپنی کرتوتوں کی پاداش کو پہونچے گا اور فلاں شصت سالہ پیر مرد صحیح سلامت رہیگا اگر نرم دل ہوگیا اور رجوع الی الحق کر لیا پس ان دونوں پیشگوئیوں کو یکجائی طور سے دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب نے ان پیشگوئیوں میں ظاہری عوارض اور جسمانی کمزوریوں اور عمر کے تقاضاؤں کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا بلکہ ان سب باتوں کا اُلٹ کیا ہے جس سے ہر ایک مادی خیالات والے انسان کے ظنون فاسدہ اور اعتراضات باطلہ کالعدم ہو جاتے ہیں پس اب بھی اگر کوئی بد اندیش اور بد نیت ان پیشگوئیوں پر اعتراض کرے تو اُسکی مرضی - ہمنے حق و باطل میں فرق دکھلا دیا ہے مگر خبیث اور بد باطن اس صداقت سے بھی محروم ہی رہینگے جنکے دلو نیز اپنی گذشتہ اعمال بد کیوجہ سے زنگ آلود ہیں

دیگرگوں انجام پذیر ہوتے پاتے تو تم ہی سوچلو کہ کیا کرتے اور کیا سمجھتے اور مسلمانوں سے کسطرح پیش آتے - خواہ کوئی مانے یا نہ مانے قریب ہے آنیوالا وقت ہے ہر شخص اپنے کرموں اور نیک و بد اعمال کے نتائج کا مصداق اور نشانہ ہوگا جہاں جھوٹھوں اور حق پوش

(مرزا صاحب) صحیح سلامت رہے پھر ہر ایک دانشمند آریہ پر فرض ہے کہ مباہلہ کے نتیجہ یعنی بطلان مذہب آریہ کا اقرار کرے اور اسلام اور اس کے اصول حقہ کا اقرار کرکے نیکوں اور ان کے اصول کا پابند ہو لیکن افسوس صد افسوس کوئی نیک نیتی سے مقابلہ پر نہ آیا ایک شخص گنگا بشن نام خم ٹھونک کر آیا لیکن روپے وغیرہ کی تمنا کا اظہار اور عذرات وغیرہ پیش کرکے گیدڑ کیطرح دم دبا کر بھاگ گیا۔ حق یہ ہے کہ لیکھرام کے قتل اور اس کے نتیجہ سے قوم کا دل ہل گیا تھا اس لیے تاب مقابلہ نہ لا کر وہ بھی بھاگا مگر اپنی گستاخی کی سزا پا گیا یعنی اسکے بعد بہت جلد ہلاک ہو گیا اور اسکی جوانی اور مضبوطی عمر و دولت افسری ماتحتی کسی کام نہ آئی۔ اللہ اکبر! کیسا معجزہ ہوا

اس بیان کے بعد بھی اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اتفاقیہ طور سے صرف ایک لیکھرام کی نسبت پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہو گئی لیکن اس سے یہ نہیں ہو سکتا کہ آریہ یعنی ساری قوم کے افراد اپنے اصول اور وید کی تعلیم کو باطل گردانکر اسلام اور اس کے اصول کو اختیار کر لیں اور مرزا صاحب کے نزدیک جو حلال و حرام اور دیگر امور کردنی و ناکردنی ہیں ان کو خدا کیطرف سے پسندیدہ اور تصدیق شدہ مان لیں کیونکہ بقول شیخ علیہ الرحمۃ

گاہ باشد کہ کودکے ناداں ✱ بغلط بر ہدف زند تیرے

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ صرف یہی ایک مباہلہ اور خدائی فیصلہ نہیں ہوا جس میں خدا تعالیٰ نے مرزا صاحب اور ان کے اسلام اور امور کردنی و ناکردنی کی تصدیق کی ہے بلکہ اسطرح کے کئی واقعات نے مرزا صاحب اور ان کے مذہب کی صداقت پر مہر کر دی ہے چنانچہ مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب فیض رحمانی کے صفحہ ۲۷ میں یہ دعا کی کہ یا الٰہی ہم دونوں (مرزا صاحب و غلام دستگیر) میں سے جو شخص حق کو دیدہ دانستہ ترک کرتا ہے اور تیری درگاہ میں مقرب اور مکرم معظم نہیں تو اُس کا ستیاناس کر کیونکہ تمام قوت عدالت اور انصاف تیرے ہی پاس ہے اور تو احکم الحاکمین ہے پس تو ایسا کر کہ فریقین میں سے جو جھوٹا اور ناراستی کو چھپاتا کرتا ہے اسکو ہلاک کر کے صادق کی تصدیق کرتا کہ ایک کے ہلاک ہونے سے لاکھوں کے لیے حق و انصاف کا راستہ کھل جاوے اور جھوٹ کا ناس ہو

ﻟﮧ۔ اختیار الاسلام۔ جلد ۱۔ مشتمل بر تفسیر انجیل متی و تردید عیسائیت لے سے الف رحوا ہیں جلد ادین۔ منہ

اور سچ کا بول بالا ہو۔ قربان جایئے اس دیالو اور نیاکاری رب العالمین پر کہ اُس نے تاریخ طبع کتاب مذکور کے بعد ایک ماہ کے اندر ہی مکذب نہ میاہل مولوی مسطور کو عذاب شدید میں گرفتار کر کے فنا کر دیا اور اسکی دردناک موت سے لوگوں کے لیے عبرت کا باعث ہوگئی اور لیکھرام کیطرح اپنی مخالفت میں اپنی قوم یعنی ہمخیال اور ہم عقیدہ لوگوں کو شرمندہ کر گیا اور صدہا بحثوں کا یکسر خاتمہ کر گیا اسی طرح مولوی محمد اسماعیل علیگڈھی اور مولوی محی الدین المعروف بہ عبد الرحمن ساکن لکھو کے۔ اور حمید الدین پشاوری وغیرہ وغیرہ نے لیکھرام کیطرح مورد غضب الٰہی ہو کر اپنے اصول اور اعمال اور اقوال اور عقائد کو غلط اور سراسر باطل ثابت کر دیا اور ہمخیال و ہم مذہب پر اتمام حجت کر گئے۔ اب بھی اگر کسی اندھے اور دنیا پرست کی آنکھیں نہ کھلیں اور کانوں کے چھپے نہ نکلیں تو اسمیں ہمارا کیا قصور اور نقصان ہے۔ چونکہ خدائتعالےٰ نے نہ صرف ایک مقدمہ میں بلکہ کئی مقدمات میں اپنے ہاتھ سے قطعی فیصلہ دیدیا اور سب پر مرزا صاحب کو ڈگری دیدی اس لیے اگر اب بچوں کیطرح پھر بحث اور مباحثہ پر اصرار کرے اور کہے کہ فلاں امر گناہ میں داخل ہے اور فلاں کام ثواب کا موجب ہے اور اسطرح کے صدہا فروعی مسائل پیش کرے تو یہ نہایت کمینگی اور بدذاتی ہوگی گویا در پردہ یہ کہنا ہوگا کہ پرمیشور نے انصاف اور عدالت سے روگردانی کر کے نہایت قبیح اور مکروہ رعایت جھوٹوں سے کی اور بجائے جھوٹھ کے سچ کا ناش کر دیا گویا وہ منصف اور عادل اور رحیم و کریم نہیں یا اُس کا اختیار دنیا میں نہیں چلتا اور اس کے ارادوں اور کاموں پر جھوٹھے اور کاذب غالب آجایا کرتے ہیں پس اگر ایک سے ہی مقابلہ ہو کر فتح ہوتی تو بھی اہل حق اور انصاف کے گروید ونکو پرمیشور کے کیئے پر قناعت کرنی چاہیے تھی چہ جائیکہ بیسیوں میدانوں میں خدائیتعالےٰ اپنے انصاف اور فضل و کرم سے اسلام اور اس کے اصول اور عقائد پر تصدیق کی مہر لگاوے۔ اگر دیدہ و دانستہ خدا نے سنت و دیاوں کے پُستک اور سنت دھرم کا خاکہ اپنے ہاتھوں سے آپ اُڑایا ہے اور اپنے پرستاروں کے منہ کالے کرائے ہیں تو پھر ہمیں کوئی بھی افسوس نہیں اور نہ کوئی ڈر اور خوف۔ اور کسیطرح کی اُمید دامنگیر ہے کہ ایسے فرصتی پرمیشور کیطرف رجوع کریں الا ماشاء اللہ +

پس اب مناسب ہی کہ یا تو آریہ سماج پرمیشور کو عادل اور منصف قرار دے اور اُس کے فیصلہ پر جو عدل اور انصاف پر مبنی ہے ایمان لاکر مشرف باسلام ہو ورنہ اُسکے دروازہ پر روئیں اور اپنے گریبان چاک کریں اور اُسکو مجبور کریں کہ کسیطرح نہ پرماتما سنت و دیاؤں کے اپنتک یا تو وہ طوفان کی مدد کرے ورنہ اس ہی جلد تر قطع تعلق کریں مبادا کسی اور مصیبت میں گرفتار کرائے تا ظرین یا تمکین دنیا ...... منصفین کو معلوم و مفہوم ہو کہ جب ہم آسمانی فیصلوں کو پڑھتے ہیں تو ہمارے دلپر ایک عجیب رقت طاری ہو جاتی ہے اور بے اختیار دل سے یہ بات نکلتی ہے کہ ہے قادر کرتار در حقیقت تو تمام عیوب اور نقائص سے پاک و صاف اور تمام صفات کاملہ و حسنہ سے متصف ہے کیونکہ تیری رکا میں سکھاشاہی نہیں کہ حق اور ناحق کے فیصلے ہوں اور ایسا ہی ہونا چاہیے کیونکہ جس صورت میں ایک جھوٹھا پولیس انسپکٹر چند ہفتہ کے بعد ذلیل اور خوار ہو جاتا ہے اور انسانی گورنمنٹ اُسکو دوزخ تک پہنچاتی ہے تو پھر ہم کیونکر اس آسمانی فیصلہ اور ربانی حکمنامہ کو دل سے شکر کے ساتھ قبول نکریں جسکی رو سے لیکھرام ...... اپنے مذہب اور اصول کو اپنے ہاتھوں اور اپنی زبان اور قلم اور اپنی نامرادی و ناکامی کی موت سے دریا برد کر گیا +

ہاں اگر آریہ صاحبان پرمیشور کو انسانی گورنمنٹ سے بھی کمزور اور کم علم اور کم طاقت تصور کریں تو بے شک اُنھیں اُن کے اصول اور سنت و دیاؤں کا اپنتک مبارک ہو ہم ایسے پرمیشور اور تو وہ طوفان کو دور سے اور ڈیڑھ ہاتھ سے سات سلام کرتے ہیں۔ پس جب عوام اور ائمہ

حاشیہ صاحبان یہ وہ باتیں ہیں جنھوں نے مجھے گھر سے بے گھر کر دیا اور گھر سے بجبر گھسیٹ کو کفر پر حد رہیں رلایا اور اپنی پیاری والدہ کی چھاتی سے توڑ کر بیگانوں کے دروازوں پر در بدر کیا اور بجائے پدرانہ ناز و نعمت اور مادری شفقت کے بیگانوں کے جور و ستم کا تختۂ مشق بنایا اور بیچاری عمر رسیدہ ضعیفہ والدہ ماجدہ کے آخری عمر کے گھنٹوں اور آرام طلب دمونکو درد انگیز آہوں اور فراق سے تلخ کیا اور اسکے سینہ بریاں اور چشم گریاں سے نہایت بیباکی کے ساتھ خون کے آنسو بہائے

الکفر کو یہ معلوم ہوگیا کہ درحقیقت وہ مالک حقیقی جو حیّ قیّوم ہے مقابلہ اور مباہلہ میں مرزا صاحب کو فتح بخشتا ہے تو پھر ہر ایک نے لیکھرام کیطرح مباہلہ کرنے سے عمداً کنارہ کشی کی اور کوئی نہیں کہ لیکھرام کیطرح جرأت کرے اور ناک کی سیدھ دوزخمیں پہونچے۔ پس ان خوفناک نظیروں کو دیکھ کر ہر ایک منکر اور بیدین کا حوصلہ ٹوٹ گیا اور اسکے مذہب و اصول اور اسکے فرضی یا ذہنی خدا پر موت آگئی کیونکہ اسپر کوئی اعتماد اور بھروسا نہیں رہا چنانچہ ذیل کے بیان سے یہ امر ہر ایک پر منکشف ہوجاویگا کہ ہمارے مخالفین خدائی فیصلہ سے کسطرح بھاگگئے۔

بقیہ حاشیہ: میں ان تمام امور اور شکایتوں کو جو لکھی گئیں اور آیندہ دو حصوں میں بفضلہ لکھے جاوینگی بہتوں کے پیش کیا اور بہتیری سماجوں میں اپنے والدین اور خویش و اقربا کے اُن پر درد حالات کا جن کے تصور سے بھی انسان کا کلیجہ پاش پاش ہوتا ہے اور بدن پر لرزہ پڑتا ہے واسطہ ڈالکر بھی ان امور اور اپنے مافی الضمیر کی عقدہ کُشائی کرانی چاہی مگر میں نہایت تندی اللہ ترشروئی سے ہر ایک طرف سے راندہ گیا اور ہر ایک سماج سے دھکیلا گیا اور بعد ازاں بحالت مایوسی بایں غرض کہ کسی طرح اپنے والدین کے ملاپ سے اُن کے کلیجہ میں ٹھنڈک پڑجائے ہر ایک گلی میں گذرنے والے کے آگے اپنے آہ و نالہ کا دفتر کھول بیٹھتا اور ہر ایک گھر میں گھسنے والے کے خوفناک دامن کو ترساں و لرزاں ہو کر بجرأت پکڑ بیٹھتا اور اپنی مذکورہ بالا چند مشکلات اور باقی چند مسائل اور احقاق حق اور ابطال باطل کیلحاظ نہایت تذلل و عجز و انکساری اور فروتنی سے انکی گرامی توجہ کو مبذول کرنا چاہتا مگر بجائے جواب باصواب کے ہر ایک سینہ پر کینہ سے درشتی اور طعنہ و تشنیع (بیہودہ اعتراضات بر اسلام از کتب غیر مستند) کے بدبودار الفاظ کا ہدیہ لیکر تشنہ آب کیطرح اپنے والدین کے ملاپ کو دور سے مایوس ہو کر سراب کیطرح دیکھتا اور رنج و التہاب سے ہر ایک عزیز و اقارب کے پرجوش محبت کے سیلاب کو محسوس کرکے اپنا کلیجہ تھام تھام کر سہارا دیتا اور بناوٹ سے بمشکل اپنی رونی صورت کو دور کرکے لوگوں میں بیٹھنے کے قابل ہوتا۔ اور اپنی قوم کی حالت پر ملالت دیکھ دیکھ خود ہی رو لیتا اور پاس بیٹھنے والونکو اپنی چشم پرآب دکھا کر رلاتا اور اپنا دردناک قصہ سنا کر اُن کے آنسو بہاتا اور ظالمانہ طور سے اُن کے

ہیں ماں بچوں کیطرح بحث و مباحثہ پر شور برپا کرنا چاہتے ہیں + جس میں شور و غوغا مچا کر حق و باطل میں گڑبڑ ڈالدیں +

بقیہ حاشیہ اور کلیجوں کو گویا قصابوں کی چھری سے چھیلتا تھا اور بعض اوقات ہندنی ماؤں کو اپنا حال سنا کر اور اُن کی پوری محبت کو جوش میں لاکر ان کے پیار اور دلاسہ کو حاصل کرتا اور اُنھیں روتے ہوئے گھر بھیجتا ..... مگر اپنے مقصود و مطلوب کو نپاتا ۔ میں اب اپنی اِس حالت کو کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور دل پر ہر طرح کے خیالات مستولی ہیں زیادہ طول نہیں دینا چاہتا کیونکہ ممکن ہے کہ بہنوں کے دلونکو درد پہونچے اور انکی آنکھیں خون روئیں اور بجائے فائدہ کے نقصان اُٹھائیں اور بہت سی مائیں اِس پُر درد ماجرے کی کہانی موسم سرما میں چولھوں کے پاس بیٹھ بیٹھ کر آدھی آدھی رات تک سننے والیوں کو سنائیں اور انجام کار اُن کو روتے ہوئے بستروں پر پہونچائیں اور حال سے بیحال ہو کر اپنے بال نوچیں اور گریبان پھاڑیں اور ظالموں کے حق میں کچھہ کا کچھہ کہیں سنگدل ہے وہ دل جو میری اس حالت پر نرم نہیں ہوتا اور رحم نہیں لاتا ۔ خونخوار ہے وہ آنکھ جو اس ماجرے پر آنسو نہیں بہاتی ۔ اور بیرحم ہے وہ شخص جو اتعرض کردہ بیانات اور ہر سہ حصص کتاب ہذا کی ماہیت اور حقانیت کا مناسب اندازہ لگا کر منصفانہ ریویو نہیں کرتا اور سفاک اور بیدرد ہے وہ ایڈیٹر جو اپنے فرض منصبی کی حیثیت سے میری اس کتاب کے ہر ایک مسئلہ کو قوم کے آگے پیش کر کے بری داد خواہی نہیں کرتا + منہ

۱۴ بقیہ

+ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ دنیا میں عقلی دلائل اور مباحثات سے قطعی فیصلہ کبھی نہیں ہوا اور نہ ہوگا ہے چنانچہ ہزارہا مباحثات اور لاکھوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں ۔ لیکن فیصلہ ایسا ہے کہ ایک سکول کے ہزار لڑکوں میں سے کس لڑکے کے عقائد اعمال اور اقوال درست اور صحیح ہیں صرف لڑکوں کے عقلی دلائل سے سرانجام کو نہیں پہونچتا جب تک کہ اُستاد خود فیصلہ نہ کرئے ۔ کیونکہ کوئی ایسا نہیں جو اپنے طریق اور مذہب کو درست اور صحیح نہ کہے ۔ پس بہتر یہی ہے کہ سب لڑکے اُستاد سے ایک بیش بہا نعمت مانگیں پھر وہ حکیم اور واقفکار نیک اُستاد اسی لڑکے کو وہ چیز

ناظرین باتمکین کو معلوم ہوگا کہ دو برس کا عرصہ ہوا کہ ایک ...... امرتسری مولوی صاحب قادیان آئے تھے اور کہتے تھے کہ میں حق و باطل میں فیصلہ کرنے کی غرض سے آیا ہوں میں نے عرض کی کہ آپ کسطرح حق و باطل میں مرزا صاحب سے فیصلہ کرنا چاہتے ہیں +

مولوی صاحب - ہم جو کچھہ کریں گے دیکھ لینا +

خاکسار - آپ کو حق و باطل میں جو فیصلہ کرنا یا کرانا ہے مہربانی سے ہمیں بھی کچھہ بتلاویں ورنہ میں ایک آسان تر فیصلہ کی اقرب راہ پیش کرتا ہوں +

مولوی صاحب - آپ ہی کہیں +

خاکسار - مولانا! آپ کو حق و باطل میں تصفیہ کے لیے قادیان آنے کی چنداں ضرورت نہ تھی وہیں امرتسر میں ہی بیٹھے بٹھائے فیصلہ ہو سکتا تھا اور کسیکو ایسے فیصلہ میں انگشت نمائی کی گنجایش بھی نہ رہتی اور وہ راہ فیصلہ کی یہ ہے کہ جو مولوی غلام دستگیر قصوری نے اختیار کی پس آپ مولوی غلام دستگیر کیطرح چند سطور اشتہار میں وہی دعا شائع کر دیتے - جو لیکھرام اور مولوی محی الدین اور چند اور مخالفوں نے شائع کی اور اُس کا نتیجہ اسی جہان میں دیکھ لیا اور آپ بھی خدا تعالی کے فیصلہ کا انتظار اور اُسکے نتیجہ کا انجام دیکھتے - یا قبولیت دعا اور قرآنی حقائق و معارف میں مقابلہ کرتے جو صلحا اور اولیاء اللہ کی شناخت کا معیار ہے تاکہ دینی علم اور قرآن کے حقائق و معارف کا موازنہ ہو جاتا اور قبولیت دعا اور تائید الٰہی جو صرف راست باز فریق کے شامل حال ہوا کرتی ہے حق و باطل میں صاف فیصلہ کر دیتی -

---

بقیہ حاشیہ چیز عطا کرے گا جو از روئے اعمال اور اقوال کے اس نعمت کا مستحق ہے پس جب اُستاد ایک بہا نعمت اپنے فرمانبردار کو دیتا ہے تو وہ رَبُّ الْعَالَمِیْن وہ بے بہا نعمت یعنی دشمن کی ہلاکت اور ذلت اپنے فرمانبردار بندہ کو کیوں ملاحظہ نہ کروائے - اور اُس کے اصول اور تعلیم کو عروج کیوں نہ دے - پس اب کسی آریہ کا مرزا صاحب سے مباحثہ کی خواہش کرنا ایسا ہی جیسے ہزار لڑکوں کا آپس میں عقلی دلائل سے فیصلہ ڈھونڈنا عبث اور طفلانہ حرکت ہے - کیا کبھی لڑکے عقلی دلائل سے ایک اور صرف ایک ہی نتیجہ پر پہونچ سکتے ہیں - کیا وہ دینی چند روزہ فرصت سے لاکھوں مسائل کو جو پیچ در پیچ ہیں دو چار گھنٹہ کے مباحثہ میں طے کر لیں گے؟ عقلی دلائل سے بحث ایک وقت تک ہوتی ہے آخر وکیلوں کی تقریروں کے بعد جج (الشور) فیصلہ اور ڈگری کر دیا کرتا ہے ایسا نہیں کہ ساری عمر وکیل جھگڑتے رہیں اور مجسٹریٹ تابود ہو کر تماشا دیکھتا رہے -

پس جب میں نے مولوی صاحب کو مولوی غلام دستگیر صاحب وغیرہ کے فیصلہ اور دعا کی طرف توجہ دلائی مولوی صاحب ایسے خاموش اور گم ہوئے کہ گویا آپ قادیان یا دنیا ہی میں نہیں آئے۔ بعد ازاں میں نے تمام حاضرین جلسہ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ سب صاحب فرمائیں کہ اب میں کس شخص کو ملعون اور کاذب سمجھوں اور کسکو مقبول اور محبوب الٰہی قرار دوں۔ کیونکہ ایک طرف تو مرزا صاحب ہیں جن کی دعائیں صدہا ہزارہا لاکھوں مقامات پر قبول ہو کر بدیہی ثابت ہوئیں اور اسوقت امرتسری مولوی صاحب آپ کے روبرو اس ربانی فیصلہ کا نام سنکر چپ اور دم بخود رہ گئے ہیں اور دوسری طرف میں ایسے لوگوں کو پاتا ہوں کہ وہ زبانی مباحثات اور تو تو میں میں کا بہانہ کر کے شور وغوغا کے نامعقول ذریعہ سے ناجائز فتح و نصرت کے خواہاں ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ تم بہرحال مرزا صاحب کی نسبت اپنے تئیں زیادہ نیک اور پاک طینت یقین کرتے ہو پھر قبولیت دعا اور تائید الٰہی میں مقابلہ کرنے سے کیوں گریز کی جاتی ہے۔ پس اے حاضرین جلسہ (جس میں قریباً بیس آدمی تھے) آپ سب صاحب گواہ رہیں اگر خدانخواستہ بوجہ بیعت و ارادت و اتباع و پیروی حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود سلمہ اللہ الودود مجھے حشر کے روز جہنم کی طرف لے جائیں تو میں اس امرتسری مولوی صاحب کا دامن پکڑ لونگا ان کے گلے میں دوپٹہ ڈالکر دوہائی دونگا کہ الٰہ العالمین میرا کیا قصور ہے پہلے انکو پکڑ۔ کہ ان لوگوں نے خوب سمجھ لیا ہے کہ مرزا صاحب خدا کے مقبول و محبوب بندہ ہیں اور بوجہ مامور من اللہ ہونے کے ہر ایک میدان و مکان میں انکی فتح ہوتی ہے اور انکی دعائیں مقبول و مستجاب ہوتی ہیں اور ان کے مخالفوں کے منہ کالے ہو جاتے ہیں مگر پھر بھی یہ لوگ دیدہ دانستہ آسمانی فیصلہ سے کترا کر بحث و مباحثہ میں خلق کو دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہیں اور لاکھوں کو جادہ راستی اور حق و حقیقت سے گمراہ کر رہے ہیں کیا مرزا صاحب نے تو انجام آتھم میں لکھا تھا کہ اگر ہزار مخالف بھی مجھسے مباہلہ کریں تو تمام ہلاکت و نامرادی کے گڑھے میں پڑینگے اسلئے یقیناً ہر ایک کو حق پہونچتا ہے کہ انکو کاذب سمجھے۔ کیا انکو خدا پر بھروسہ اور امید نہیں رہی۔ کیا مفتری ایسے زبردست دعوے کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ حالانکہ مرزا صاحب کی عمر ستر سال کے قریب ہے اور مخالفین علی العموم جوان اور مضبوط اور توانا اور عمدہ

صحت کے ہیں +

مولوی صاحب۔ دھیمی اور دبی آواز سے بولے کہ امرت سر میں تین روز ہمارے پاس ٹھہریں تو ساری بات سمجھا دینگے +

خاکسار۔ کیا یہ مسنون طریق ہے کہ اکیلے اور تنہا کو تبلیغ کی جاوے یا کوئی راز کی بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو علی الاعلان اور گلی کوچوں بازاروں میں بھی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ آپ براہ مہربانی یہیں سمجھا دیں باقی پھر دیکھا جاوے گا +

مولوی صاحب۔ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کیوں لیتے ہو؟ +

خاکسار۔ اسوۂ حسنہ کے طور پر اُن کا نام نہ پیش کروں تو کیا کم بخت فرعون کا نام لوں اور اُس کا طریق بد پیش کروں۔ بہتر ہے کہ آپ حاضرین کو بھی فائدہ پہنچاویں۔ مگر مولوی صاحب کی نیت بخیر نہ تھی اور اسی طرح ٹال مٹول کرتے رہے۔ ولیکن میں ایسی باتوں پر کب اطمینان حاصل کر سکتا تھا۔ پھر مینے عرض کیا کہ مولوی صاحب! دیکھو! میں نے اپنے خویش واعزہ واقربا سے صرف حق کیخاطر علیحدگی اختیار کی ہے اور بہت کچھ نقصان اُٹھایا آپ سیدھے رحم کر کے آپ مولوی غلام دستگیر کیطرح چند سطور لکھکر شائع کردیں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مباہلہ کریں جیسا کہ ابوجہل نے جنگ بدر میں کیا تھا اور اسکی بددعا غلام دستگیر کیطرح اُسی پر اُلٹ پڑی تھی +

مولوی صاحب (جھنجھلا کر) اجی تم پھر آنحضرت کا نام لیتے ہو +

خاکسار۔ آپ فرمائیں کیا نمرود و ہامان کا نام لوں اور انکا طریق پیش کروں۔ آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نام سے کیوں دق ہوتے ہیں مولوی صاحب! اسمیں کیا سر ہے۔ جس صورت میں ابوجہل صادق کی بددعا اور مباہلہ سے داخل جہنم ہوگیا اسی طرح اب بھی جھوٹا اور کاذب اپنی پاداش کو پہنچ جاوے گا۔ آپ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کریں وہ دھڑا دھند فیصلہ نہیں کرتا اگر دراصل کچھ دال میں کالا ہے یا کوئی اندرونی میں مقابلہ کے لیے جرأت نہیں دکھلاتا تب بھی برملا اس سے پبلک کو اطلاع دیں خواہ مخواہ فتنہ پرداز ہو پبلک کو دھوکا نہ دیں +

یاد رہے کہ یہ بزدلی جو درحقیقت جھوٹ کی بے بنیاد اور کھوکھلی جڑ سے پیدا ہوتی ہے نہ صرف آریوں اور مولوی ثناء اللہ وغیرہ سے ظہور میں آئی ہے بلکہ ہر ایک مخالف دین اسلام ہی

یہ بدبختی کے آثار منودار ہوے ہیں ان میں سے تو ابوجہل ہی دلاور اور دل کا مضبوط نکلا۔ کیونکہ اُس نے کُفر کے لیے سینہ سپر ہو کر مباہلہ کیا اور اپنی قوم پر جان قربان کی لیکن ان لوگوں کے اسلام پر افسوس کہ یہ لوگ اپنے زعم میں لاکھوں مسلمانوں کو گمراہی میں مبتلا ہوتے دیکھکر چُپ چاپ بیٹھے ہوے ہیں لیکن اتنا رحم نہ آریوں کو آتا ہے نہ عیسائیوں اور نہ مسلمانوں کو کہ حق وباطل میں فیصلہ کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔ قصہ کوتاہ دنیا کا یہ حال ہے کہ صرف نام کے مسلمان ہی روحانیت اور برکات اور تائیدات الٰہیہ سے محروم اور بے نصیب نہیں بلکہ آریوں سکھوں اور عیسائیوں وغیرہ میں سوائے بیہودہ بکواس اور جھوٹی منطق اور بیجان تقریروں اور سب وشتم کے بدبودار لفظ کے اور کچھ نہیں۔ زبانی بحث ومباحثہ کرنے کو ہر ایک طیار ہے حتیٰ کہ ایک چوڑھے سے بھی میں نے پوچھا کہ تو اپنے مذہب کے ثبوت میں کچھ بول سکتا ہے اُس نے جواب میں اپنی سی بہت ہی کوشش کی اور اس بات کا یقین دلا دیا کہ الفاظ اور باتوں کی کمی نہیں ہر ایک خاکروب اور آریہ بحث کرنیکو طیار ہے لیکن یہاں بات تو یہ ہے کہ اُس ربّ العالمین کی ہستی مہربانی اور شفقت کا اس وقت اس دنیا میں زندہ اور تازہ ثبوت کیا ہے جسکی خاطر ہر ایک منش عزو شرف اور مال وجان کو قربان کرنیکو ہمہ تن طیار معلوم ہوتا ہے۔ پس خوب یاد رکھو کہ ان لوگوں کے نزدیک خدا ایک موہوم اور نامعلوم چیز کا نام ہے جو رسماً زبان پر چڑھا ہوا اور عملی حالت گناہ اور نجاست سے آلودہ ہو کر سخت ناپاک اور قابل نفرت ہو گئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا سے اتنا بھی نہیں ڈرتے جتنا کہ ایک سپاہی سے خوف دامنگیر ہوتا ہے۔

ناظرین غور فرماویں کہ آیا ان صداقتوں اور خدا کی تائیدوں کو دیکھکر کوئی اسلام میں داخل ہو یا نہ ہو۔ اور دیگر فرق باطلہ ومخالفہ کے سرکردوں کو گریز کرتے ہوے دیکھکر حق قبول نہ کرے تو اور کیا کرے۔ میں بذات خود ان باتوں کا مشاہدہ ومعائنہ کر چکا ہوں اور الہام کی لذت اور سرور کو محسوس کر چکا ہوں۔ پس میں الہام الٰہی اور خدا کی متواتر تائیدوں سے ایمان کی ترقی محسوس ومشہود کر کے اور کہاں جاوں اور کون سے بشپ اور آریہ سماج کے پردھان کی قدمبوسی کروں جو ان امور سے قطعاً منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک دوست دوسرے کی مدد کر سکتا ہے

لیکن حصہ اتنا بھی نہیں کر سکتا - ایک آقا اپنے ملازم کا قصور معاف کرکے مہربان کہلا سکتا ہے مگر پرمیشور حسب اصول آریہ سماج ایسا نہیں کر سکتا ❊

❊ حاشیہ

آریوں کا اصول ہے کہ پرمیشور ہر ایک گناہ کی سزا جتنی مقرر ہے اتنی ہی دیتا ہے اور اس سے ذرہ کم نہیں کرتا کیونکہ عدل نہیں رہتا - ہم پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی جج کسی مجرم کو بجائے چھ سال کے پانچ سال سزا دیدے تو کیا وہ جج بے انصاف اور مجرم اور ظالم کہلاے گا ؟ بلکہ اس نرمی کو رحم کہتے ہیں - اگر اس نرمی کو بے انصافی اور ظلم قرار دیا جاوے تو کوئی حاکم عادل اور منصف نظر نہ آیگا اگر کوئی آریہ منصف ہو تو شاید وہ ہر ایک دفعہ کی پوری کی پوری سزا دیتا ہوگا مبادا کہ پرمیشور اسکو ظالم اور بے انصاف سمجھکر نرک میں داخل کرے - اگر کسی مجرم پر رحم نہیں کرنا چاہیے تو خدا نے انسان میں رحم کی صفت کیوں رکھدی - اُس کمی اور نرمی کو رحم نہیں کہتے جس سے مزید شرارت اور بدی کی تخم ریزی ہو - اس صورت میں تو باقی مخلوق پر ظالم کو جرأت پیدا ہوتی ہے - پس رحم وہ ہے جس کا نتیجہ مجرم اور تمام لوگوں کے لیے سراسر رحم ہو - بعضوں کی فطرتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر اُنھیں سزا دیجاوے تو وہ اور ضد اور کینہ میں بھر کر دونا ظلم وستم کا ارتکاب کرتے ہیں لیکن اگر صرف چشم نمائی کی جاوے تو اُنکی اصلاح ہو جایا کرتی ہے جیسے کہ یہ عمل اکثر دنیا میں دیکھا جاتا ہے اور کوئی نیک نیت اس امر سے گریز یا انکار نہیں کر سکتا جس صورت میں حسب فرمودہ سوامی جی پرمیشور اسیطرح دنیا کا مالک ہے جسطرح زید اپنے گھر اور بچوں کا مالک ہے پھر اگر کوئی والد اپنے صغیر سن معصوم بچہ کی سہو اور خطا پر درگزر کر جاوے تو وہ کونسا ظالم ٹھیر سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں اگر ہر ایک والد اپنے ننھے مُنے بچہ کو ہر ایک بھول اور لغزش پر مارتا جاوے تو جو کچھ اُسکی عادات اور قویٰ پر بد اثر پڑے گا وہ سب پر ظاہر ہے کیونکہ وہ مار کا عادی ہو کر ہر ایک گناہ کا پیٹ بھر کر ارتکاب کریگا جیسے بعض مجرم بار بار جیلخانہ دیکھ کر اُسکی حقیقت سے واقف ہو کر پھر خوشی سے جرم کرتے ہیں پس جسطرح گھر کا مالک پانچسالہ بچہ کی کئی ایک خطاؤں سے درگذر کرتا ہے اور ہر ایک لغزش پر قصاب کیطرح اُسکے سر نہیں چڑھتا اور ظالم اور نا انصاف نہیں ٹھر سکتا اسی طرح بقول سوامی جی پرمیشور بھی بعض امور کے خلاف ورزی کو نہ درگذر

بالآخر ہم مختصراً عرض کرکے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور ہر ایک کو یقین دلاتے ہیں کہ مدت ہوئی کہ حضرت ابراہیمؑ کے مقابلہ میں ایک نمرود بادشاہ تھا جو الہام اور وحی اور تائید الٰہی کا منکر تھا اور حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں فرعون بادشاہ تھا جو خدا کو قادر مطلق نہیں مانتا تھا بلکہ خود اپنے تئیں خدا کہلاتا تھا اسیطرح آریہ لوگ اپنے وجود کو بلکہ ہر ایک ذرہ کو اپنا آپ خدا قرار دیتے ہیں۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ابوجہل اور دیگر عمائد مکہ تھے یہ سب دو پہلوؤں میں منقسم تھے ایک پہلو میں تو دعاؤں اور انکی تاثیروں کے قائل تھے اور خدا تعالےٰ کو حي و قیوم اور اپنے بندوں سے ہمکلام ہونے والا سمجھتے تھے اور جزا و سزا اور قیامت کو برحق مانتے تھے اور باری تعالیٰ کو ارواح اور مادہ کا پیدا کنندہ جانتے تھے۔ لیکن دوسرے مخالفین جوان بزرگوں سے آمادہ پرخاش ہوئے وہ نہ پرمیشور کو نیست سے ہست کرنے والا مانتے تھے اور نہ خدا تعالےٰ کو روح اور مادہ کا پیدا کنندہ اور دعاؤں کا قبول کرنے والا مانتے تھے۔ پس تاریخ گواہی دیتی ہے کہ ان بزرگوں کا کیا حال ہوا جو خدا تعالےٰ کی نسبت اسلام جیسا یقین اور ایمان رکھتے تھے اور ان منکر بادشاہان کا کیا حال ہوا جو باری تعالےٰ کے مقبول بندوں مثل حضرت ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ و محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزاحم اور مخالف ہوئے عقلمند انسان ایک عبرت انگیز واقعہ کو دیکھکر اس مہلک رستہ سے پرہیز کرتا ہے جسمیں سیکڑوں کو خاسر نے دکھ اور درد کی مار کا شکار بنایا اور دنیا سے خائب و خاسر ہوکر باقیوں کے لیے عبرت کا باعث ہوئے بہرحال تاریخ پکار پکار کر کہتی ہے کہ صدہا مرتبہ مادہ اور روح کو انادی جاننے والے اور خدا کو مکالمہ و مخاطبہ اور الہام اور وحی سے خالی تجویز کرنے والے راستبازوں اور الہام کے قائل لوگوں کے مقابل میں ذلیل اور حقیر ہوکر اس غدار دنیا سے ناکام گذر گئے۔ اسی طرح اس زمانہ میں بھی دو گروہ ہیں ایک گروہ میں تو حضرت اقدس مرزا غلام احمد علیہ السلام من اللہ الصمد ہیں جو مظفر و منصور گروہ میں منسلک ہیں اور دوسرے گروہ میں آریہ لوگ بدقسمتی سے شامل ہیں اور اس جماعت کے ممبر ہیں جنھوں نے صدہا مرتبہ گذشتہ صدیوں میں خذلان اور ناکامی کا منہ دیکھا ہے اور سوائے ہلاکت اور بدانجامی کے اور کچھ ان کے حصہ میں نصیب نہیں ہوا۔ پس ایکس امید پر

یہ لوگ حق کا مقابلہ کرتے ہیں۔ کیا اب اُمید ہو سکتی ہے کہ اسلام والوں کے مقابلہ میں مادہ اور ارواح کو انادی ماننے والے یا نیوگ کے قائل مہاشہ کامیاب ہو جاویں گے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پس جس صورت میں فرعون نمرود ابو جہل وغیرہ ان کی یاداشت کو پاکر اپنے اصول اور کردار اور گفتار کو قابل گرفت اور زیر الزام قرار دے گئے پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ ان نامبردہ اشخاص کے چیلے ابراہیم۔ موسیٰ عیسیٰ محمد صلی اللہ علیہم وسلم کے حامیوں اور مددگاروں اور ان کے اصول پر عملدرآمد کرنے والوں پر غالب آجاویں گے پس تازہ بتازہ واقعہ لیکھرام نے دنیا کو از سر نو ایک اور مظفر و منصور گروہ کے اعمال گفتار اور کردار کی تصدیق کردی ہے اور مغلوب و مغضوب گروہ کی تکذیب بھی از سر نو آیندہ نسلوں کے لیے پوری صفائی سے کردی تاکہ کسی متلاشی حق کو ہر ایک فروعی مسئلہ اور تھوڑی تھوڑی بات پر عقلی بحث اور مباحثہ نہ کرنا پڑے۔ پس تمام ہیری قوم کو کان کھولکر سُن لینا چاہیے۔ کہ ایک گروہ (اسلام) تمام صفات کاملہ سے موصوف اور تمام نقائص اور معائب سے مبرا یقین کرتا ہے اور اس گروہ کا اکثر حصہ اخلاق فاضلہ سے موصوف اور فسق و فجور اور ہر ایک مکر و فریب سے اور شرارت و فتنہ سے ہزار بار بیزار ہے اور اُدھر دوسری طرف (اہل وید) مخالف گروہ کا یہ حال ہے کہ ایک بے سر و پا کتاب کے پابند ہیں جس کا مطلب اور ترجمہ آجتک کسی نے سمجھا ہی نہیں اور وہ نیوگ جیسے گندے مسئلہ کو واجبات اور ضروریات سے سمجھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو ایک پتھر کیطرح بے حس و حرکت مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ایک مکھی بھی بنا نہیں سکتا۔ تا وقتیکہ اسکو اپنی طرح قدیم بالذات مادہ اور روح ... ہاتھ نہ لگے۔ اور بعض انسان کے بچہ کو خدا اور خدا کا بیٹا بھی خیال کرتے ہیں حالانکہ اُس بیچارہ اور بیکس و عاجز نے خدائی کا کوئی کام نہیں کیا بلکہ معمولی درجہ کے انسانوں سے بھی گرا ہوا مانتے ہیں۔ بلکہ انکو چاہیے تھا کہ کسی عظیم الشان بادشاہ کو ہی خدا کا بیٹا مان لیتے تاکہ کچھ کر کے خدائی کے ثبوت دیجاتا۔

قصہ کوتاہ ان دو قسم کے لوگوں کو میں دیکھتا ہوں اور حیران ہو ہو کر دل ہی دل میں کہتا ہوں کہ اگر درحقیقت پرمیشر ایسا ہی ضعیف و ناتوان بے دست و پا ہے تو انکی طاقتیں

محدود ہیں اور اپنوں اور بیگانوں میں اور فرمانبرداروں اور نافرمانوں میں کوئی امتیازی نشان نہیں دکھلا سکتا تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں ایسے پرمیشر کا ہرگز خواہاں نہیں اور نہ مجھے اس کی پروا ہے میرے لیے اس کا ہونا نہ ہونا یکساں ہے لیکن میں ایسے زبردست قدوس قادر مقتدر کا معتقد ہوں اور اُسکے آستانہ پر سر بسجود ہوں کہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اور کر سکتا ہے بجز اس کے جو اس کی اعلیٰ شان اور مواعید کے منافی ہو +

پس جب ہم اس امر سے فارغ ہو چکے کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے اور خدا تعالےٰ کی تائید و نصرت کس مذہب والوں کے شامل حال ہے اور کن کے اعمال و اقوال اُس کی نظر میں پسندیدہ ہیں تو قرین قیاس اور عین انصاف معلوم ہوا کہ اسلام کے مخالف خصوصاً آریوں کے اعمال اور اقوال کو پیش کریں جو اپنے تئیں خالی ہاتھ ہو کر حق و نجات کا دعوےٰ کر رہے ہیں۔ بس ہمیں دیکھنا چاہیے کہ آیا خدا کی مدد اور نصرۃ ان کو شامل حال ہے یا پرمیشر نے اُن کو ایسا چھوڑ دیا ہے کہ پھر کبھی بھولکر بھی اُن کی خبر نہ لی +

بعض کوتاہ اندیش وخیرہ چشم عمداً کذب و بہتان سے کام لینے والوں نے کہا کہ لیکھرام نے مباہلہ میں ہنسی اور ٹھٹھے سے کام لیا تھا در اصل خدا تعالےٰ کو حاضر ناظر سمجھکر یقینی طور سے حق و باطل میں فیصلہ نہیں چاہا تھا۔ پس اس نہایت ناپاک اور بدبودار جھوٹھ کو بالآخر الحیل کو پاش پاش کرنے کیلیے چند سطور مشتمل بر اصل عبارت لیکھرام ہدیۂ ناظرین کرکے اہل انصاف سے نہ کہ تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھنے والوں سے داد چاہتے ہیں تاکہ پبلک پر بخوبی اصل حقیقت واضح ہو جاوے کہ آیا پنڈت جی مہاراج نے جھوٹھ بولا تھا یا لوگوں کو ہنسی اور ٹھٹھے سے دھوکا دیا تھا یا بدرستی ہوش و حواس پاک پروردگار سے سچے فیصلہ کی استدعا کی تھی اے ناظرین لیکھرام جی کی اصل عبارت کو ذیل میں دیکھکر سچوں اور صادقوں کا ساتھ دیں اور جھوٹھوں پر لعنت بھیجکر اپنے دین و ایمان کو بد اندیش کوتاہ بیں گمراہوں سے بچاویں کیونکہ خناس بعض اوقات انسانی جسد میں بروز پذیر ہو جاتے ہیں۔ اور وہ عبارت مباہلہ لیکھرام کی یہ ہے جو کلیات آریہ مسافر کے صفحہ ۵۰۴ - ۵۰۵ سے نقل کی ہے

میں نیاز الئیام لیکھرام ولد پنڈت تارا سنگھ اقرار صحیح بدرستی ہوش و حواس کرکے کہتا ہوں کہ مجھے مرزا صاحب کی دلیلوں نے کچھ اثر پیدا نہیں کیا اور نہ وہ ہستی سے متعلق ہیں میں اپنے جگت پتا پرمیشور کو ساکھی جانکر اقرار کرتا ہوں

کہ ہر چہار وید کی تعلیم کو درست یقین کرتا ہوں اور میں وید کی رو سے ایبات پر کامل وصحیح یقین رکھتا ہوں کہ چاروں وید ضرور ایشور کا گیان ہے اس میں ذرہ بھی غلطی یا جھوٹھ یا قصہ کہانی نہیں توریت۔ زبور قرآن کو بناوٹی اور جعلی خیال کرتا ہوں لیکن میرا دوسرا مخالف مرزا غلام احمد ہے وہ قرآن اور اُسکی تعلیمات کو منجانب اللہ یقین کرتا ہے اور ویدوں اور ارواح اور مادہ کو انادی تجویز نہیں کرتا اور انھیں غلط یقین کرتا ہے اے پرمیشور ہم دونوں میں سچا فیصلہ کر اور جہالت وتعصب وجور وستم کا ناش ہو کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیری حضور میں عزت نہیں پاسکتا۔ (دستخط لیکھرام)

مذکورۃ الصدر بیان سے ہر ایک نیک نیت سمجھ سکتا ہے کہ لیکھرام نے کونسی جگہ ٹھٹھی ہنسی سے مذاق کیا تھا اگر اس سارے بیان میں لیکھرام نے جھوٹھ بولا یا بظاہر بدرستی ہوش وحواس اقرار صحیح" دربارہ انادی ہونے مادہ اور ارواح کے پبلک کو دھوکا دیا تو وید کی رو سے ایسے شخص کو جو ارواح اور مادہ کو انادی نہیں مانتا بلکہ اس بیان کو تمسخرا بیان کرتا ہے وہ بد اندیش بے ایمان بلکہ ازروے ستیارتھ پرکاش واجب القتل ہے اور ملک سے جلاوطن کر دینے کے لائق ہے[1] مگر ہمارے خیال میں یہ بات بالکل غلط اور نادرست ہے کہ وہ ارواح اور مادہ کو انادی بیان کرنے میں ہنسی اور مذاق سے دل بہلاتا تھا۔ اگر مذکورۂ بالا بیان سے تسلی اور شانتی نہیں تو اور چند لیکھرامی فقرات ہدیہ ناظرین کرتا ہوں اور ناظرین سے انصاف چاہتا ہوں۔ دیکھو کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۹۸ تا ۵۰۱۔ کے فقرات

مرزا۔ تیری ذریت منقطع نہ ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی جواب لیکھرام۔ آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائے گی غایت درجہ تین سال تک شہرت رہیگی ؛

مرزا۔ اور ایسا ہو گا کہ سب لوگ جو تیری ذلت کے فکر میں لگے ہوے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنیکے خیال میں ہیں وہ سب ناکام رہیں گے اور ناکامی کے ساتھ مرینگے (یہ دونوں الہام حضرت مرزا صاحب کے حرف بحرف پورے ہوے۔ دیکھو کہاں ہے لیکھرام جو عین شباب میں گذر گیا۔ کہاں ہے دیانند سوامی جو ادھورا مذہب چھوڑ کر چلدیا۔ کہاں ہے آتھم اور کہاں ہے حمیدالدین کہاں ہے غلام دستگیر اور کدھر ہیں تین مولوی لدھیانوی اور کسطرف ہے شیخ دہلوی اور کس گوشہ میں جاچھپے رئیس المکفرین جناب بٹالوی وغیرہ وغیرہ

[1] حاشیہ۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۶۱۔ جو کوئی وید کو برا سمجھے اور اسکی مذمت کرے۔ یا کم از کم وید کیموافق لوگوں کی تصانیف کی تحقیر کرے اسکی سزا یہ ہے کہ اسکو جلاوطن کر کے ملک سے نکالدینا چاہیے۔ اور جو اپنے دھرم پر قائم نہیں رہتا۔ راجہ اسکو بے سزا نہ چھوڑے (قید قتل وغیرہ) ستیارتھ پرکاش ۲۲۳ مفصل دیکھو اختبار الاسلام حصہ دوم سوم ۴۔ ۴

جواب - حجر پتھر کا ہی نام نہیں - آدمی کا نام ہے ابن حجر ایک مصنّف بھی ہو گذرا ہے -
اسلامی فلاسفی یہ ہے کہ "خدا آدمؑ کو باغِ عدن میں ڈھونڈتے پھرنا" - توریت (بابت مئی آریہ مسافر)
جواب توریت قرآن نہیں اور نہ اہلِ اسلام پر حجّت ہے قرآن اس محرف کتاب کا جواب دہ نہیں -
اسلامی فلاسفی یہ ہے کہ کوہ قاف کا تمام دُنیا کے گرداگرد ہونا اور زمرد کا ہونا اور سکندر کا اس سے باتیں کرنا (مثنوی مولانا روم دفتر چہارم) بابت مئی آریہ مسافر - جواب - مثنوی قرآن نہیں ہے جیسے پُران کو وید نہیں کہتے ہو -

ایسے ایسے فضول نامعقول لغویات کو اسلام اور قرآن پر تھاپا جاتا ہے - یہ صرف ایک دو ورق سے اخذ کر کے لکھا گیا ہے غرض ایسی لغویات جن پر آریہ مسافر میگزین میں ناز کیا جاتا ہے اور انہیں تصانیف لیکھرام کو صدہا ٹریکٹوں میں شائع کر کے ہنسی تمسخر اور بدبودار الفاظ سے اسلام کو عوام میں بدنام کیا جاتا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنیکی کوشش کیجاتی ہے اور لوگوں کے دلوں کو دکھدیا جاتا ہے اگر ہم ان غیر معتبر حوالجات کو کتب پر کا فسلم بھی نہ کہیں اور ان لوگوں کی مستند کتب مثل ستیارتھ پرکاش پر بھی تہذیب اور متانت سے اعتراض نہ کریں اور مذکورہ بالا جیسی ناپاک خلاف بیانیوں اور دریدہ دہانیوں پر (الخاموشی نیم رضا) کے پابند ہو کر سنتے جاویں تو سخت معصیت اور حق پوشی سے پیار اور اظہارِ حق اور دیانت امانت اور آیت فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم کے نفس مضمون کے ادنیٰ درجہ سے بھی عمداً روپوشی اور اعراض متصوّر ہو گا - ہمارا یہ ہرگز منشاء نہیں کہ اُن لوگونکی طرح انکی غیر مستند کتب مثل پران وغیرہ پر اعتراض کریں اور گنگا کو دیوی کی لٹوں سے نکالیں اور بیج مارگیوں اور وام مارگیوں کے افسانوں پر اترائیں یا اتراتے ہیں اور دھرم پال وغیرہ کیطرح صرف نکتہ چینی پر عمر عزیز برباد کریں اور لوگوں سے سب کچھ چھڑوائیں اور قصے کہانیاں پیش کریں بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ ہم قصے کہانیوں خشک الفاظ سے قوم کا پیچھا چھڑوانا چاہتے ہیں اور حقیقت اور روحانیت کا جامہ پہنانا ہمارا فرض اعلیٰ ہے بنابریں ہم اظہار حق کیلئے آریوں کے ٹھٹھے ہنسی اور تمسخر آمیز بدبودار الفاظ سے قطعاً پرہیز کرتے ہیں قصہ کوتاہ کون غیرتمند مسلمان ہے کہ ایسے گندے رسالجات کو پڑہے اور اسکا دل ٹکڑے ٹکڑے نہو اور کون مسلمان باایمان ہے کہ حضرت رسالتماب صلعم کا عاشق زار ہو اور ان کلمات خبیثہ کے ہر مہینے ہر ہفتہ اور ہر روز سُننے سے اسکی بدن پر رونگٹے نہ کھڑے ہوں - ہمارے اس بیان کی تصدیق صرف آریہ مسافر میگزین کے پانچسال کے نمبر دیکھ مطالعہ سے ہی نہیں ہو سکتی بلکہ کوئی نمبر دیکھ لو تو روحانیت اور حق کے خون ہونیکا دردناک نظارہ دل اور کلیجہ سے چھری کیطرح گذر جاویگا اگر ان لوگوں نے ان غیر معتبر کتب کی غلط بیانیوں اور ناپاک بیجا حملوں سے قوم کے دلوں کو مجروح کیا ہے تو ہماری طرف سے انکی صرف ایکدو مستند کتب پر معقول استفسار یا انکی کذب و بہتان اور حاشا

نوٹ - سو جلد کے خریدار کو دس جلدیں مفت دیجاویں گی - معزز بلند ہمت جن کو دُنیا پر مقدم رکھنے والوں کو چاہیے کہ زیادہ جلدیں خرید کر مفت شائع کریں - راقم خاکسار عبد الرحمٰن (مہر سنگھ)

تحریروں کے تو وہ طوفان کے مقابلہ میں نہائت تذلل فروتنی اور عجز انکساری سے جواب اور ہنسی اور کذب و غلط بیانی سے اعراض کا مرہم ہدیہ ناظرین ہوگا۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف الرحیم (پ ۱۱) ترجمہ اے مسلمانو! تم ہی میں سے تمہاری طرف رسول (مبعوث ہو کر) آیا ہے جن بات سے تمہیں دکھ درد پہنچتا ہے وہ اسپر بہت ہی گراں گزرتی ہے اور تمہاری بھلائی کے لئے ہمیشہ ٹوہ میں لگا رہتا ہے اور مومنوں کیلئے وہ رؤف الرحیم ہے۔ ایک وہ وقت تھا کہ اس زمین پر اور آسمان کے نیچے حضرت رسول کریم صلعم مکہ معظمہ میں قرآن کریم جیسے بیبہا نعمت اور اسلام جیسا برگزیدہ مذہب لوگوں کو پیش کرتے تھے اور بت پرستی اور متعہ وغیرہ ناپاک رسوم کا قلع قمع کر رہے تھے اور اس نیکی اور احسان کے بدلہ میں ناقدردان ظالم و سفاک مخالفوں سے دردانگیز مصائب و تکالیف شاقہ برداشت کرتے اور طائف جیسے مقامات میں وعظ کرنے پر بارہ بارہ کوس تک خونخوار قوموں کے تعاقب اور ظالمانہ سنگساری سے لہولہان ہوتے تھے اور قوم ناحق شناس کو پھر بھی اشیر باد دیتے تھے اور قرآن اور اسلام کی خاطر عرب جیسے خوفناک ملک میں اندھیری راتوں میں شہر سے باہر جاکر (سجد لك روحی و جسدی یا رب) رو رو کر درد و التہاب سے دعائیں مانگتے تھے اور موقع بنے پر نہ اپنی جان کے بچانے کیلئے بلکہ اسلام اور قرآن ہم لوگوں تک پہنچانے کے لئے اپنا ملک و وطن اور ہر ایک قسم کی مالوفات اور مال و دولت سے ہاتھ دھو کر مدینہ کا راہ لیا تھا۔۔۔ اور اپنے تئیں تبلیغ حق اور اسلام اور قرآن کے لئے سینہ سپر کیا ہوا تھا۔ کیا یہ ساری تکالیف چالیس سال زندگی کے بعد بڑہاپے کی آخری عمر کے چند روزہ زندگی کیلئے تھیں؟ کیا کسی بیٹے اور بیٹی کو سردار قوم بنانا مقصود تھا (جو ہرگز نہیں بنایا) کیا اپنے لئے کوئی جاگیر اور دنیوی جاہ و حشم پیدا کر لیا تھا؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ حاصل کلام اصحاب ان یہ ساری محنت اور جان سوزی قرآن اور اسلام کے باغ کیخاطر تھی اور نیز جب ایک قوم نے ستر فاضل صحابہ کو بنا بر استفادہ قرآن مجید طلب کر کے تیغ بیدریغ کیا تھا جنکو سرور کائنات صلعم نے اپنا خون جگر کھا کر اور سالہا سال دراز تک بڑہا کر اور تزکیہ نفس کر کے طیار کیا تھا کیا ایسی دردانگیز مصائب اور حشم پر آب کردینے والے ماجرے یونہی بے حقیقت ہو گذرے ہیں بھائیو آپ کے ایسے جاں نثار غلاموں اور آپکی بیہنت کوششوں سے اسلام اور قرآن اس جہالت کے زمانہ میں نکلکر آپ لوگوں تک پہنچا ہے۔ سخت غلطی اور بے دردی ہوگی اگر اس ظالم کو جو اس باغ کے پودوں کو کاٹنے کیطرف دست آوری دراز کرتا ہے۔ اس کا رستہ سے روکا نہ جاوے۔ جس مبارک شخص نے اس باغ کی پرورش اور آبپاشی کے لئے اپنی زندگی کے آخری گھنٹوں کو تلخ کر دیا تھا اور اسکی خاطر ہر ایک آرام اور خوشی اور اسباب تنعم کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا اور اپنا مرنا جینا کھانا پینا سونا جاگنا دین ہی کیلئے وقف کر دیا تھا۔ کیا اسکی روح کو درد نہیں پہنچتا جب اسکے اپنے ہاتھوں سے لگائے ہوئے باغ کیطرف کوئی ناہنجار دشمن ہاتھ لمبا کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم سب لوگ بمنزلہ آپکی اولاد کے ہیں بلکہ اس سے بڑھکر۔ سوچو جس صورت میں ہمیں کوئی عزیز و اقارب اپنے ماں باپ اور آنحضرت صلعم سے بڑھکر پیارا اور قابل احترام نہیں پھر کیوں ہم لوگ آپکے دل میں پیارے نہ ہونگے۔ جاننا چاہیئے کہ جب کسی کے ایک بچے کا خون ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ کیلئے اپنے پیارے والدین کی آنکھوں اور دل و دماغ سے کافور ہو کر درد اور رنج و التہاب کے باعث جانگداز ہو جاتا ہے اور بجائے نیکی بدی میں کام آنے کے اپنی یاد آوری کی فراق اور جدائی کے باعث الٹا دکھ اور درد کا سامان پہنچاتا ہے تو پھر جب صد ہا آپکی (فداہ ابی و امی)

روحانی بچے غیروں کے شکار ہو کر ہمیشہ کیلئے ارتداد کا جا پہنکر داخل جہنم ہوئے ہو تو اس رؤف الرحیم پر یہ امر کیسا گراں گذرتا ہوگا جسکا کلیجہ مومنوں کی ادنیٰ تکالیف پر منہ کو آتا تھا نادان خیال کرتا ہے کہ آریوں کی تحریر و لغو بیجا حملوں کا ہم پر کیا اثر بد ہوا اور نیز ہوگا؟ اے بھائی تمہاری طرح ہر ایک موضع نشین یا گوشہ گزین مسلمان روحانی اولاد نے مصلح قلعہ نشین نہیں جہاں خناس کا وسوسہ کارگر نہ ہو۔ اس ملک خراب آباد ہندوستان میں مختلف قسم کے لوگ مختلف طبیعتیں اور مختلف استعدادیں لیکر بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن جب مخالف سے بیسوں سال بھر میں تو ہزار اخبار اور رسائل و رسالہ جات مضامین شائع ہوتے ہیں اور گوناگوں تخم ریزیاں خار و اچھار پیدا ہیں تو کیا دوسری طرف بولنا اور لکھنا حرام ہے جو بیس برس نہیں ہوئے کہ دوسرے مذہبوں کی تعلیم پر نکتہ چینی کرنا لالہ دیانند نے پنجاب میں سکھا گیا تھا اور چند مقامات پر تخم ریزی کی لیکن اب اسکا ثمرہ اور شور و غوغا ہر طرف شائع ہو گیا ہے آجکل کی تخم ریزی اور ناپاک افترا پردازی سوامی جی کی اسی طرح آئندہ نسلوں پر کوئی اثر پیدا کریگی اور ان آریوں کی طرح ایک اور نسل کو برانگیختہ کریگی پس بھائیو! جہاں بہت شدت کی دھوپ پڑتی ہے کیا وہاں سایہ دار درخت کی ضرورت نہیں؟ جہاں ظلمت ہے وہاں نور کی حاجت نہیں؟ جہاں حرارت پر ملالت ہے وہاں مٹھاس اور شیرینی کی اجازت نہیں؟ ہاں ضرورت ہے ضرورت ہے اور حاجت ہی حاجت ہے۔

پس ہر ایک صاحب جنکو چاہئے کہ جہاں آریوں کا شور و غوغا ہو وہاں اس تریاق کو ضرور بہم پہنچایا جاوے اور اپنوں اور بیگانوں کی شفا و نہیں اسکی اشاعت میں کما حقہ سعی کی جاوے۔ الملتمس - عبد الرحمن (مہر سنگھ) مورخہ ۲۱ نومبر سنہ ۱۹۰۴ء